ماہنامہ
مجلہ
الحقیقہ
پاکستان
شمارہ 11 جلد 10
اگست 2010ء، رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ



فضیلت رمضان شریف

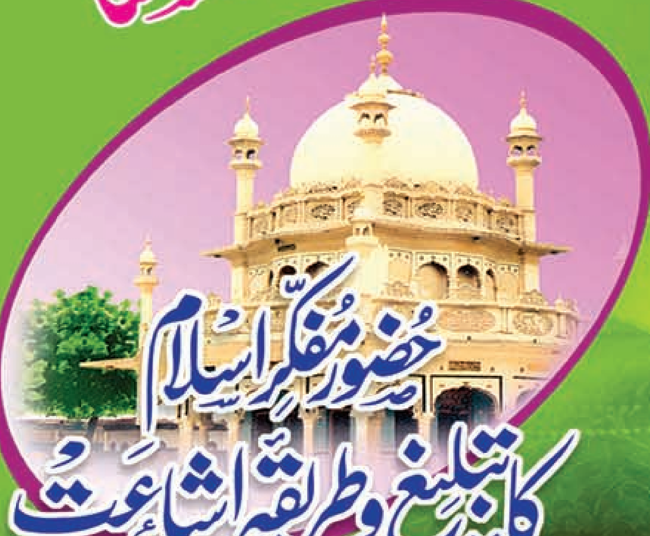
روزہ اور اس کی اہمیت

رمضان المبارک کی چند تقریبات

استغاثہ اور استعانت



مزار داتا رحمۃ اللہ علیہ پر خودکش دھماکے



حضور مفکر اسلام کا تبلیغ و طریقہ اشاعت

نعت سرکار مدینہ ﷺ

(جو سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کے وصال سے چند روز قبل لکھی گئی تھی)

لامکاں کیا ہے؟ مکانِ سید ابرار ہے
گلشن فردوس ان کا سایۂ دیوار ہے

عقل ہے در اصل ان کے ذکر کی مستی کا نام
جو ہے ان کے عشق سے سرشار وہ ہوشیار ہے

جو ہے ان کے پیار سے خالی، اسے کیا کارگر
اور اسے کیا چاہئے جس دل میں ان کا پیار ہے

کچھ کہاں موجود ہے ان کے سوا کونین میں
کچھ کسے کونین میں ان کے سوا درکار ہے

دوجہاں کی عظمتیں ہیں رات دن گرم طواف
ان کا در، ہر دو جہاں کا مرکز پرکار ہے

زندگی، سوز محبت، دوجہاں کی عافیت
ہاں جہاں ہر وقت حاضر ہے یہی دربار ہے

میں ترے دیدار کے قابل نہیں، ہرگز نہیں
بندہ پرور پھر بھی دل میں حسرت دیدار ہے

کیا بلائے گی مجھے بھی رحمت بے کس نواز
ہاتھ خالی دل سیہ ، سر پہ گناہ کا بار ہے

واہ واہ اب آرہا ہے کیا ہی جینے میں مزا
واہ واہ اب زندگی نذر غم سرکار ہے

آہ وہ مرشد کا فرمانا در سرکار پر
آسی جو پہنچے یہاں، پھر کیا اسے درکار ہے

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقہ — اداریہ

مزار داتا پر خودکش حملے

سعید آسوی کے قلم سے

وطنِ عزیز پہلے ہی دھماکوں کی زد میں تھا کہ اب مظہر نورِ خدا، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کے مزارِ پُر انوار پر (جو فیض کے ایسے سمندر کا درجہ رکھتا ہے جس سے اٹھنے والی ہر بہر بذاتِ خود فیض کا دریا ہے) خودکش دھماکوں اور انکے نتیجے میں مظلوم و بے گناہ مسلمانوں کے جانی ضیاع کا سانحۂ عظیم رونما ہو گیا۔ جس نے ہر راسخ العقیدہ شخص کو مغموم کر کے رکھ دیا۔ عقل حیران ہے کہ صدیوں سے برصغیر پاک و ہند کے عوام کو توحید و عشق رسول ﷺ کا سبق پڑھانے والے، خیر و برکت اور امن و سکون بانٹنے والے داتا صاحب کے مزار شریف کے احاطہ میں آگ و خون کا یہ کھیل کھیل کر مولوی نما درندوں نے (تمام حملہ آور سبز پگڑیاں باندھے اور باریش تھے) اسلام کے کس تقاضے کو پورا کیا اور کس قرآنی آیت کی تفسیر پیش کی۔ شہید ہونیوالوں میں کوئی مزدور تھا تو کوئی درزی، کوئی دکاندار تھا تو کوئی دیہاڑی دار اور کوئی دس دس افراد کے کنبے کا واحد کفیل۔ ان بے چاروں کے اعضائے بدن جدا کر کے اسلام کی کون سی خدمت کی گئی اور اہل سنت ہی کے علماء کو اور انہی کی مساجد و مزارات کو شہید کرنے پر ہی دشمن کیوں ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ کوئی ہے جو ان سوالوں کے جواب دے؟۔ یہ بات تو طے ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت گٹھ جوڑ ہی ان واقعات کا بنیادی سبب اور محرک ہے۔ لیکن کیا خودکش دھماکہ کرنے کے لئے وہ اپنے شہریوں یا ایجنسیز کے بندوں کو استعمال کرتے اور مرواتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ بلکہ اسی ارض مقصد کے انہی لوگوں کو اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جن کو ان عظیم صوفیاءِ کرام سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اور ان کے مزارات پر جانے والے کروڑوں مسلمان انہیں مشرک نظر آتے ہیں (لشکرِ طیبہ کے ترجمان رسالے "الدعوۃ" کے پرانے شمارے دیکھ لیں جن میں حافظ سعیدی فکر کے مطابق داتا صاحب اور ان جیسے دیگر صوفیاء سب کے سب مشرک اور کافر تھے۔ نعوذ باللہ۔ کیا ایک طویل عرصہ مخصوص لوگوں کی انہوں نے جو ذہن سازی کی ہے، موجود واقعات اسی کا نتیجہ نہیں؟) داتا صاحب، بایزید بسطامی، مولائے روم رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف ہرزہ سرائی تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ یہ وہ شخصیات ہیں جن پر اسلام کو بھی ناز ہے اور جہاد کو بھی۔ جو ان کے خلاف بھونکتا ہے اس کا کیا تعلق ہے اسلام سے یا جہاد سے۔ وہ تو اس لائق

ہے کہ اس کو تختہ دار پہ لٹکا دیا جائے۔

اسی قسم کا (صوفیاءؒ اولیاء کی شان کا منکر) 'موحد' پہلے زمانے میں بھی ایک ہوا تھا، جس کا نام تھا، جعد بن درہم۔ وہ کہتا تھا کہ خالق کو مخلوق سے اور مخلوق کو خالق سے پیار نہیں ہو سکتا۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کو، خلیل اللہ (اللہ کا دوست) ماننے پر بھی تیار نہیں تھا جو کہ قرآن و حدیث کی بات کا انکار تھا۔ امیرِ عراق و مشرق خالد بن عبداللہ قسوی نے عین عیدالاضحیٰ کے دن اسے ذبح کیا۔ ذبح سے پہلے اس نے یوں اعلان کیا۔

یایھا الناس ضحو اتقبل اللہ ضحایا کم فانہ انا مضح بالجعدبن درھم انہ زعم ان اللہ لم یتخذ ابراھیم خلیلا

ترجمہ: اے لوگو! قربانی کرو، اللہ تمہاری قربانیاں قبول فرمائے۔ میں جعد بن درہم کی قربانی کروں گا جس نے گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل نہیں بنایا۔

پھر کیا ہوا

ثم نزل فذبحہ و کان ذٰلک فتویٰ زمانہ من علماءِ الدین (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری)

ترجمہ: پھر امیر نے منبر سے اتر کر اسے ذبح کیا اور یہ فتویٰ تھا اس دور کے علماءِ دین کا۔

شریعت نافذ ہو تو نئے فتنوں کو یوں دبایا جاتا ہے اور اگر شریعت ہی نافذ نہ ہو تو جو چاہے کہے، لکھے اور جس طرح چاہے دین کا حشر کرتا پھرے۔ اسے شیطان نے ذہن نشین کرایا ہوتا ہے کہ دور حاضر میں تیرے جیسا کوئی عالم نہیں۔ اسے اس بات کی پرواہ ہی نہیں کہ عام مسلمانوں کی راہ کیا ہے اور اکثریت کا عقیدہ کیا ہے اور اگر حکومت ہی اسلام دشمنوں کی ہو تو اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔ عرصہ دراز سے اہل حق علماء حکومت کے نوٹس میں لا رہے ہیں کہ یہ نام نہاد 'موحد' اور اسلام کی روح سے بے بہرہ 'توحیدی' چہرہ اسلام پہ نشتر زنی کر رہے ہیں، لیکن مجال ہے جو فرصت نکال کر کبھی اس طرف دھیان دیا ہو۔ تو اس طرح کے واقعات کیوں نہ ہوں۔ وفاقی وزیر داخلہ رحمٰن ملک کا کہنا ہے کہ لشکر طیبہ، لشکر جھنگوی اور سپاہ صحابہ طالبان کے ساتھ مل کر تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ تو کوئی اس امریکی ٹٹو سے پوچھے کہ پھر دیکھتا کیا ہے۔ حکومت تمہاری ہے، وسائل تمہارے پاس ہیں، ان کو لگام کیوں نہیں دیتے۔ ان کی گوشمالی کیوں نہیں کرتے۔ مقام حیرت ہے کہ دہشت گردوں نے دو روز پہلے داتا دربار کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی، حساس اداروں نے مطلع کیا۔ اس کے باوجود خاطر خواہ حفاظتی اقدامات نہیں کئے گئے اور اطمینان کے ساتھ حملہ آور آئے اور اپنا کام مکمل کیا۔ اس طرح کم از کم 46 افراد ناحق شہید ہوئے یعنی 46 خاندان بے آسرا ہوئے 200 سے زائد زخمی ہیں۔ اور تقریباً ایک ماہ گزرنے کے بعد تا حال حکومت نے اصل مجرموں کو پکڑنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ حکومت کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

بہر حال ہم ان مذموم کارروائیوں کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے محتاط ہونے اور بھرپور حفاظتی اقدامات کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی میں سب کی بہتری ہے۔ اصل محرکات کا پتا لگا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔

فضیلت رمضان شریف

......☆ رئیس المحققین علامہ سید سعادت علی قادری ☆......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں صرف رمضان کا مہینہ ہے جس کا نام ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔

شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ.

ترجمہ: رمضان کا مہینہ ہے کہ اس میں قرآن تارا گیا جو ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق وباطل میں تمیز کرنے کی، پس جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ اسکے روزے رکھے۔ (پ۲، البقرہ۔۱۸۵)

رمضان کے معنی ہیں ''جلا دینے والا''۔ جیسے آگ سونے کو جلا کر، اس کا میل کچیل صاف کر دیتی ہے، اس کو صاف وشفاف کر دیتی ہے، اور چمکا دیتی ہے۔ اسی طرح اس مہینہ کی نیکیاں اور مخصوص عبادتیں، اہل ایمان کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتی ہیں اور ان کے دلوں کو چمکا کر انہیں اللہ سے قریب کر دیتی ہیں اللہ کا پیارا بنا دیتی ہیں۔ یہ روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

من صام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدمہ من ذنبہ و من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہٖ

جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خلوص کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان اور خلوص کے ساتھ عبادت کی اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے شب قدر میں ایمان اور خلوص کے ساتھ عبادت کی اسکے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔ (بخاری ومسلم)

رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔ اسی لئے اس نام کے احترام کا بھی حکم دیا گیا ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لاتقولوا جاء رمضان و ذھب رمضان ولکن وقولوا جاء شھر رمضان فان رمضان اسم من اسماء اللہ

ترجمہ: مت کہو رمضان آ گیا اور رمضان چلا گیا۔ بلکہ کہا کرو، رمضان کا مہینہ آ گیا (یا چلا گیا) کیونکہ رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک ہے۔ (روح البیان)

اسی لئے اسکو ''**شھر اللہ**'' اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسی مہینہ کو اپنے رسولوں پر اپنا کلام نازل فرمانے کے لئے پسند فرمایا۔ کہ صحف ابراہیم رمضان کی پہلی رات میں، توریت چھٹی رات میں اور انجیل تیرہویں رات میں نازل ہوئیں۔ جبکہ اس پورے مہینہ کو نزول قرآن کا مہینہ قرار دیا گیا۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ترجمہ: رمضان کا مہینہ ہی ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ کلام الہیٰ ایک عظیم نعمت ہے جس کے نزول کے لئے اس مہینہ کا انتخاب، درحقیقت اس بات کا اعلان ہے یہ مہینہ اللہ کی بے انتہا رحمتوں کے نزول کا مہینہ ہے۔ لیکن ان رحمتوں سے فائدہ اہل ایمان ہی کو نصیب ہوتا ہے کہ بنجر زمین پر کتنی ہی بارش ہو اس میں اگانے کی قوت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ وسلام کے ارشاد میں روزہ رکھنے والوں اور تراویح ادا کرنے والوں کے لئے ''ایمان واحتساب'' یعنی ایمان وخلوص کا ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے سنا کہ ایمان وخلوص کے بغیر کسی نیکی کا اجر نہیں ملتا تو روزے کے ذریعے سارے گناہ کیسے دھل سکتے ہیں۔

نیز رحمت باری سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان خود بھی پیکر رحمت بنے۔ لہذا یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ''اس مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ خوب خرچ کرو۔ اپنے گھر والوں کو اچھا کھلاؤ، پہناؤ۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرو۔ غریبوں کو تلاش کرو اور انکی مدد کرو''۔ کہ جب تم اپنے خزانوں کا منہ ضرورت مندوں کیلئے کھولو گے تو اللہ کی رحمت کا رخ تمہاری طرف ہوگا پانی جب تیزی سے نکلتا ہے تو تیزی سے آتا بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بتاتے ہیں کہ **اذدخل شھر رمضان اطلق کل اسیر واعطیٰ کل سائل** جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیدیوں کو رہا کر دیا کرتے اور ہر مانگنے والے کو دیا کرتے تھے۔ یعنی پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھی اس مقدس مہینہ میں زیادہ ہو جاتی تھی۔ پس ہمیں بھی چاہئے کہ دوسروں پر جتنی مہربانی کر سکتے ہیں کریں اور یقین رکھیں کہ اللہ رحمٰن اور رحیم، اپنے روف ورحیم محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

حضرات محترم! ہم سب قرآن کریم کا احترام کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہم مساجد کا احترام کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، تو ہمیں رمضان کا بھی احترام کرنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اللہ کا کلام نازل ہونے کا مہینہ ہے اس کے احترام کا اعلیٰ اور بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ اس کا ہر لمحہ اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں گزارا جائے۔ اور پورے مہینہ تراویح اور روزوں کی پابندی کی جائے۔ اور اگر کوئی شرعی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ پاتا تو اس کو بھی کم از کم احترام رمضان کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ عام طور پر لوگوں کے سامنے نہ کھائے اور نہ پیئے۔ اور اپنے بے روزے دار ہونے کا پتہ نہ چلنے دے یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے حیض ونفاس والی عورت پر بھی کھلم کھلا کھانے پینے کی پابندی عائد کی ہے۔ حالانکہ اسے روزہ قضا کرنے کی شرعی اجازت حاصل ہے اور ناپاکی کی اس حالت میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے لیکن احترام رمضان کی پابندی پھر بھی موجود ہے۔ حتیٰ کہ درمیان روزہ کسی عورت کو حیض شروع ہو گیا تو اسے باقی دن بغیر کھائے پیئے رہنا افضل ہے۔ جبکہ اس دن کا روزہ قضا کرنا ہوگا کہ حیض شروع ہوتے روزہ تو ختم ہو گیا لیکن احترام رمضان ضروری ہے۔ غور فرمایئے۔ وہ لوگ کس قدر بے شرم ہیں کہ ایک تو بلا عذر شرعی وہ روزہ نہیں رکھتے، پھر وہ کھلم کھلا، بلا جھجک کھاتے پیتے رہتے ہیں اور سگریٹ پھونکتے رہتے ہیں اور جب انہیں منع کیا جائے تو نہایت دلیری سے جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ ہی کا ڈر نہیں تو بندوں سے کیا ڈرنا ہے، حالانکہ احترام رمضان کا مطلب بندوں سے ڈرنا نہیں بلکہ یہ بھی اللہ ہی سے ڈرنا ہے۔ کہ جو شخص اللہ کے حکم کی پابندی نہیں کر رہا، وہ کم از کم خود کو مجرم تو تسلیم کرے اور اپنے جرم پر نادم وشرمندہ ہوتا رہے۔ کیا عجیب کہ رحیم وکریم اللہ اسے ندامت اور اعتراف جرم ہی کی بدولت گناہوں اور برائیوں سے بچادے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ رمضان کے مقدس دنوں اور راتوں میں عبادت اور نیکیوں کی ایسی فضا پیدا کر دیں کہ ہر طرف اللہ کی رحمت برستی نظر آئے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ہم پابندی سے تراویح کیلئے جمع ہوتے رہیں، قرآن کریم سنیں خود زیادہ وقت تلاوت قرآن میں صرف کریں، روزہ رکھیں، جھوٹ، مکروفریب اور بددیانتی سے بچیں۔ مسلمان اپنے ملازمین کے کام میں کمی کر دیں۔ آپس میں نرمی کا برتاؤ کریں۔ احترام کے تمام طریقوں کی پابندی کریں حتیٰ کہ اپنے ہوٹل، کھانے پینے کی دکانیں دن میں بند رکھیں۔

حضرات محترم! اگر اس طرح ہم نے رمضان کا بابرکت مہینہ گزارا تو یقیناً نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہمیں ہماری محبت کی پوری پوری مزدوری ملے گی۔ جب کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یغفر لامتی فی اخر لیلة فی رمضان قیل یارسول الله اهی لیلة القدد قال لاولکن العامل انما یوفی اجره اذاقضی عمله

ترجمہ: رمضان کی آخری رات میں میری امت کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا شب قدر کی وجہ سے فرمایا، نہیں بلکہ کام کرنے والا جب اپنا کام پورا کر لیتا ہے تو اسے اسکا اجر دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چاہئے کہ جس طرح جوش وجذبے کے ساتھ ہم نے رمضان کا آغاز کیا ہے۔ اسی طرح استقلال واستقامت کے ساتھ اس کی انتہا ہو تو پورا پورا فائدہ نصیب ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ جوں جوں دن گزرتے جائیں، نمازی کم ہوتے جائیں۔ اور جب عید قریب آئے تو پھر جوش پیدا ہو۔ نہیں پورے مہینہ مزدوری کیجئے۔ تو آخری دن اجرت بھی پوری ملے گی، مغفرت ہوگی، بخشش ہوگی۔

دوستوں! یہ خیال نہ کرنا کہ مغفرت وبخشش کا تعلق تو قیامت سے ہے۔ دنیا کی زندگی میں بھی تو کچھ ملنا چاہئے تا کہ زندگی کے مرحلے کچھ آسان ہو جائیں تو میرے عزیزو! یہ تصور ہی غلط ہے کہ مغفرت کا فائدہ صرف مرنے کے بعد ہی ہوگا۔ دنیا میں کچھ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ساری الجھنیں ہمارے گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یقین جانئے، اگر گناہ معاف ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے اور ہم گناہوں سے باز آجائیں، سچی اور پکی توبہ کر لیں تو رزق کی وسعت، جسم کی صحت، باہمی الفت ومحبت، سیاسی، معاشی اور معاشرتی طمانیت، انفرادی واجتماعی معاملات میں سہولت اپنوں اور غیروں کی نظروں میں وقار وعزت، سب کچھ مل جائے گا۔ جیسے ہم سے پہلے ہمارے اسلاف کو مل چکا ہے۔ جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔ پس مغفرت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ دنیا وآخرت کی فلاح کا یقینی ذریعہ ہے۔ پس آیئے اس مقدس مہینے میں ہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دروازے کھلے ہیں۔ دیر ہمارے آگے بڑھنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سید نا محمد و علیٰ اله واصحابه اجمعین

روزہ اور اسکے مسائل

......☆ مرتبہ: مفتی محمد شاہد اقبال آسوی ☆......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزہ کی فرضیت: روزہ بھی مثل نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے اور دوزخ کا سزاوار جو بچے روزہ رکھ سکتے ہوں ان کو رکھایا جائے اور قوی مضبوط لڑکے لڑکیوں کو مار کر رکھایا جائے۔ (درمختار) پورے ایک مہینہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔

روزہ کی تعریف اور روزہ کی عمر: شریعت میں روزہ کے معنی ہیں اللہ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھنا، روزہ کیلئے عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے یعنی حیض و نفاس کی حالت میں روزہ صحیح نہیں۔ حیض و نفاس والی پر فرض ہے کہ پاک ہونے کے بعد ان دنوں کے بعد روزہ کی قضا رکھے۔ نابالغ پر روزہ فرض نہیں اور مجنون پر بھی فرض نہ ہوگا جب کہ پورا مہینہ رمضان کا جنون کی حالت میں گزر جائے۔ اور اگر کسی ایک دن میں بھی ایسے وقت میں ہوش آیا کہ وہ وقت روزہ کی نیت کا وقت ہے تو پورے مہینہ کی قضا لازم ہے مثلاً شروع رمضان سے پاگل ہوا اور انتیسویں تاریخ کو صبح صادق سے ضحوہ کبریٰ تک کسی وقت میں ہوش آیا تو پورے رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے۔ (درمختار)

روزہ کی نیت کا وقت: مسئلہ: رمضان کے ادا روزے اور نذر معین اور نفل و سنت و مستحب و مکروہ روزے ان سب روزوں کی نیت کا وقت سورج ڈوبنے سے لے کر ضحوہ کبریٰ تک ہے، اس وقت جب نیت کرے یہ روزے ہو جائیں گے لیکن رات ہی میں کر لینا بہتر ہے ان چھ روزوں کے علاوہ جتنے روزے ہیں جیسے رمضان کی قضا کا روزہ، غیر معین نذر کا روزہ، نفل کی قضا کا روزہ، معین نذر کی قضا کا روزہ، کفارے کا روزہ، اور جنابت کا روزہ اور تمتع کا روزہ ان سب روزوں کی نیت کیلئے وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے صبح صادق شروع ہونے تک ہے اس کے بعد نہیں اور ان میں سے جو روزہ رکھا جائے خاص اس کی نیت بھی ضروری ہے جیسے یوں نیت کرے کہ کل میں اپنے ۲۸ تاریخ رمضان کی قضاء کا روزہ رکھوں گا یا جو میں نے ایک دن کے روزے کی منت مانی تھی کل اس کا روزہ ہے اور اسی طرح جو روزہ رکھنا ہو اس کو نیت میں مقرر کرے (درمختار)

مسئلہ: روزہ کی نیت ضحوہ کبریٰ شروع ہونے سے پہلے ہو جانی چاہئے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خط نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا تب نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (درمختار)

نیت کے معنیٰ: مسئلہ: جس طرح اور عبادتوں میں بتایا گیا کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے کہنا کچھ ضروری نہیں اسی طرح یہاں روزہ میں بھی وہی مراد ہے البتہ زبان سے کہہ لینا اچھا ہے، اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے کہ نیت کی میں نے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا، اور اگر دن میں نیت کرے تو یوں کہے۔ نیت کی میں نے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا (جوہرو بہار)

مسئلہ: دن میں نیت کرے تو ضروری ہے کہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں صبح سے نہیں تو روزہ

نہ ہوگا۔(جوہرو ردالمختار و بہار)

شک کے دن کا روزہ: مسئلہ: تیسویں شعبان کے بارے میں اگر یہ شک ہو کہ یہ پہلی رمضان ہے یا تیسویں شعبان تو اس دن خالص نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں لیکن اس نیت سے نہیں کہ اگر یہ دن رمضان ثابت ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ نفل کا کہ ایسی نیت سے روزہ مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر ایسی تیسویں تاریخ اس کے عادت کے دن میں پڑے تو پھر روزہ رکھنا ہی افضل ہے جیسے کوئی شخص ہمیشہ جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور اسے تیسویں شعبان کو جمعرات پڑی تو وہ اپنا نفل روزہ رکھے (درمختار و ردالمختار وغیرہ)

مسئلہ: شک کے دن ضحوۂ کبریٰ کے شروع ہونے تک انتظار کریں ورنہ اگر اس وقت تک چاند دیکھنا ثابت ہو جائے تو رمضان کے روزے کی نیت کرلیں ورنہ کھائیں پئیں۔(درمختار)

مسئلہ: آخر شعبان میں ایک یا دو دن کا روزہ مکروہ ہے اور تین یا تین دن سے زیادہ کا مکروہ نہیں عید کے دن کا روزہ مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح بقرعید کے دن کا اور اس کے بعد گیارہ بارہ تیرہ تاریخ تک کا۔

مسئلہ: سنت و نفل روزے کا تنہا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے جیسے دسویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے لیکن اکیلا روزہ مکروہ ہے اس کے ساتھ ایک اور ملایا جائے یعنی نویں دسویں رکھیں اور دسویں گیارھویں کا رکھنے میں بھی حرج نہیں۔

مسئلہ: عورت کو نفل روزہ بلا اجازت شوہر کے مکروہ تنزیہی ہے۔

روزہ رکھنے کی منت: مسئلہ: روزہ رکھنے کی منت مانی تو کام پورا ہونے پر اس کا رکھنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ: نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اب اس کی قضا واجب ہے۔

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ: کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو اور اگر روزہ دار ہونا یاد نہ رہا اور بھول کر کھا لیا یا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ نہ گیا۔(ہدایہ عالمگیری قاضی خاں وغیرہ)

مسئلہ: حقہ، سگریٹ بیڑی چرٹ سگار پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: پان یا تمباکو سرتی کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پیک تھوک دی ہو۔

مسئلہ: چینی شکر گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گل جاتی ہیں منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر ہے یا اس سے زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر خون کم تھا اور مزہ بھی معلوم نہ ہوا تو روزہ نہ گیا (درمختار و بہار)

مسئلہ: حقنہ یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھا رہا تھا پانی دماغ میں چڑھ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا لیکن اگر روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا۔(عالمگیری و بہار)

مسئلہ: سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھا لیا یا منہ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولا حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا (جوہرہ عالمگیری و بہار)

مسئلہ: دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنی ہی تھوک ہاتھ پر لیکر نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔(عالمگیری و بہار)

مسئلہ: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا اگر بوند دو بوند ہے تو روزہ نہ گیا اور اگر زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں معلوم ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا پسینہ کا بھی یہی حکم ہے (عالمگیری و بہار)۔

مسئلہ: قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر سے کم کی تو روزہ نہ ٹوٹا (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: بے اختیار قے ہوگئی تو تھوڑی ہو یا زیادہ وہ روزہ نہ ٹوٹا (درمختار)

مسئلہ: بے اختیار قے ہوگئی اور خود بخود اندر لوٹ گئی تو روزہ نہ ٹوٹا چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ روزہ یاد ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: قے کے یہ احکام اس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا، خون، اور اگر بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹے گا (عالمگیری)

مسئلہ: رمضان میں بلا عذر جو شخص اعلانیہ کھائے پیئے تو حکم ہے کہ اسے قتل کیا جائے (درمختار و ردالمختار و حبانیہ و بہار)

روزہ ٹوٹنے کی وہ صورتیں جن میں صرف قضا لازم ہے۔

مسئلہ: یہ گمان تھا کہ ابھی صبح صادق شروع نہیں ہوئی اس لئے کھایا پیا یا جماع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو روزہ نہ ہوا اور صرف قضا لازم ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: کھانے پینے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا اگر چہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے (درمختار وغیرہ) یعنی اس روزہ کے بدلے ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: بھول کر کھایا پیا یا جماع کیا تھا یا نظر کرنے سے انزال ہوا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب اس گمان پر پھر قصداً کھایا پیا تو صرف قضا فرض ہے۔ (درمختار و بہار)

مسئلہ: کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک میں دوائی چڑھائی یا پتھر، کنکر، روئی، مٹی، کاغذ گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلانیت روزہ کی حالت میں رہا یا صبح کو نیت نہ کی تھی دن میں زوال سے پہلے نیت کی اور بعد نیت کھالیا یا صبح کو روزہ کی نیت نہیں کی تھی۔ یا حلق میں مینہ کی بوند یا اولا جا رہا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل لیا، یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ توڑ دیا چاہے وہ رمضان ہی کی قضا ہو، یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے اور سحری کھالی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ سورج ڈوب گیا ہے افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کی سورج ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اس پر روزہ افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ ڈوبا نہ تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں (درمختار و بہار وغیرہ)

مسئلہ مسافر نے اقامت کی۔ حیض و نفاس والی پاک ہوگئی پاگل کو ہوش آ گیا۔ بیمار تھا اچھا ہو گیا جس کا روزہ ٹوٹ گیا چاہے جبراً کسی نے تڑوا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کچھ حلق میں چلا گیا اور اس سے ٹوٹ گیا رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر لیا حالانکہ دن باقی تھا ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے اسے روزے کی طرح گزارنا واجب ہے اور اس دن کی قضا بھی لازم ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا اس پر یا کافر تھا مسلمان ہوا اس پر اس دن کی قضا تو واجب نہیں البتہ باقی دن روزہ دار کی طرح گزارنا انہیں بھی واجب ہے (درمختار)

مسئلہ: بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اسے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں۔ اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کا حکم نہ دیں اور نماز توڑے تو پھر پڑھوائیں (ردالمختار و بہار)

مسئلہ: میت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کر دے یعنی جب کہ میت نے وصیت کی ہو اور مال چھوڑا ہو ورنہ ولی پر ضروری نہیں، کر دے تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت)

روزہ توڑنے کی ان صورتوں کا بیان جن پر کفارہ لازم ہے

رمضان کا روزہ قصداً توڑ ڈالنے پر کفارہ لازم آتا ہے روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک رقبہ (لونڈی یا غلام) آزاد کرے اور یہ نہ ہو سکے تو لگاتار برابر

ساٹھ روزے رکھے اگر یہ بھی نہ کرسکے تو ساٹھ مسکینوں کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزہ رکھنے کی صورت میں اگر بیچ میں ایک دن کا بھی روزہ چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ روزے رکھے پہلے کی گنتی نہیں۔انسٹھ رکھ چکا تھا اور ساٹھواں نہ رکھ سکا بیماری وغیرہ کسی عذر سے تو پھر سے ساٹھ پورے رکھے پہلے کے انسٹھ بیکار گئے البتہ عورت کو اگر حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں گنے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے روزے دونوں مل کر ساٹھ ہوجانے سے کفارہ ادا ہوجائے گا (ردالمحتار و بہار و عالمگیری وغیرہ) روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آنے کی چند شرطیں ہیں جب یہ سب پائی جائیں تب کفارہ لازم آئے گا ورنہ نہیں۔

کفارہ لازم ہونے کی شرطیں:

۱......رمضان کے مہینے میں رمضان کا روزہ ادا کرنے کی نیت سے روزہ رکھا ہو

۲......روزہ دار مقیم ہو مسافر نہ ہو۔

۳......مکلف ہو (یعنی عاقل بالغ ہو) اگر بچے یا پاگل نے توڑا تو کفارہ نہیں

۴......رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو (تو اگر اسی روزہ کی جسے توڑا دن میں نیت کی تھی تو اس کا کفارہ نہیں)

۵......روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنے اختیار سے نہ پائی گئی ہو جس بات کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہو (حیض نفاس آگیا یا ایسی بیماری ہوگئی جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ لازم نہ آئیگا اور اگر توڑنے کے بعد کوئی ایسی چیز نہ پائی گئی جس سے معذور ہوا لیکن یہ چیز اپنے اختیار سے پائی گئی جیسے اپنے آپ کو زخمی کرلیا کہ معذور ہوگیا روزہ رکھنے کے قابل نہ رہا یا مسافر ہوگیا تو کفارہ ساقط نہ ہوا اس لیے کہ یہ چیزیں اختیاری ہیں تو کفارہ لازم رہا۔) (درمختار۔ جوہرہ۔ عالمگیری)

مسئلہ: روزہ دار نے قصداً کوئی دوا یا غذا کھائی یا پی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذت کے لیے کھائی یا پی یا کسی آدمی (مرد یا عورت) کے ساتھ جو قابل شہوت ہے اس کے ساتھ آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

مسئلہ: کوئی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کرلیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھاپی لیا مثلاً فصد یا پچھنا لیا۔ یا سرمہ لگایا یا مباشرت فاحشہ کی۔ تو ان صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر انہیں صورتوں میں کہ جن میں افطار کا گمان نہ تھا اور اس نے گمان کرلیا مثلاً اگر کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا تھا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ مفتی ایسا ہو کہ شہر والوں کا اس پر اعتماد ہے اس کے فتویٰ دینے پر اس نے قصداً کھالیا یا اس نے کوئی حدیث سنی تھی سمجھ نہ سکا اور غلط معنی جس کے صحیح معنیٰ سمجھ نہ سکا بلکہ غلط معنی کے لحاظ سے جان لیا کہ روزہ جاتا رہا اور قصداً کھالیا تو اب کفارہ لازم نہیں اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا یا جو حدیث اس نے سنی وہ ثابت نہ ہو۔ (درمختار و بہار)

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

مسئلہ: مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر قصداً دھواں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ مثلاً دھونی اگر بتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور اسے منہ کے قریب کرکے دھوئیں کو ناک سے کھینچا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: بھری سینگی لگوائی تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ تیل یا سرمہ کا مزہ حلق میں معلوم ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو جب بھی ٹوٹا (دارالمختار جوہرہ و بہار)

مسئلہ: مکھی حلق میں چلی گئی تو روزہ نہ ٹوٹا، اور اگر قصداً نگلی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا کھنکھار منہ میں آیا اور کھا گیا روزہ نہ ٹوٹا مگر ان باتوں سے احتیاط چاہیے (عالمگیری و در مختار والمختار و بہار)

مسئلہ: دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر حلق سے نیچے نہیں اترا تو روزہ نہ ٹوٹا۔ (در مختار و فتح القدیر)

مسئلہ: بھولے سے کھانا کھا رہا تھا یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہیں گیا اور نگل لیا تو روزہ جاتا رہا (عالمگیری)

مسئلہ: صبح صادق شروع ہونے سے پہلے سحری کھانا شروع کی کھاتے کھاتے صبح صادق ہونے لگی، صبح شروع ہوتے ہی اگر نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا اور نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا (عالمگیری)

مسئلہ: تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور وہ تھوک کے ساتھ حلق سے اتر گئی تو روزہ نہ گیا لیکن اگر اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا تو روزہ جاتا رہا۔ (فتح القدیر)

مسئلہ: دوا کوٹی یا آٹا چھانا اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا تو روزہ نہ ٹوٹا۔ (در مختار و فتح القدیر)

مسئلہ: کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا (در مختار و فتح القدیر)

مسئلہ: غیبت کی تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ غیبت بہت سخت کبیرہ گناہ ہے قرآن شریف میں غیبت کرنے کے بارے میں فرمایا گیا جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا اور حدیث میں آیا کہ غیبت زنا سے بھی بڑھ کر ہے، غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔ (در مختار)

مسئلہ: احتلام ہو گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

مسئلہ: جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ سارے دن جنبی بے غسل رہا تو روزہ تو صحیح ہو جائے گا۔ مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے حدیث میں آیا ہے کہ جب جس گھر ہوتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے (در مختار و بہار)

روزہ کے مکروہات کا بیان

مسئلہ: جھوٹ غیبت، چغلی، گالی دینا، بیہودہ بات کہنا کسی کو تکلیف دینا۔ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ بھی مکروہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: روزہ دار کو بلا غذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے چکھنے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے نمک کم و بیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا تو اس کی وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں چبانے کیلئے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اسے کھلائی جائے نہ اور کوئی بے روزا ایسا ہے جو اسے چبا کر دیدے تو اس کو کھلانے کیلئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں (در مختار و بہار)

چکھنے کے معنیٰ: وہ نہیں جو کہ آج کل بولا جاتا ہے کہ کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے کیلئے اس میں سے تھوڑا کھا لیا کہ ایسا چکھنے سے مکروہ ہونے کیساتھ روزہ ہی جاتا رہے گا بلکہ اگر کفارہ کی شرائط پائی جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ پہچان لیں اور اسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے نہیں تو روزہ جاتا رہے گا۔

مسئلہ: کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں حرج نہیں (در مختار)

مسئلہ: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور بدن چھونا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جب کہ زینت کیلئے سرمہ لگایا یا اسلئے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے۔ حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اولیٰ (در مختار)

مسئلہ: روزہ دار کیلئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنیٰ ہے ہیں کہ بھر منہ پانی پی لے۔

مسئلہ: وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈا پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کیلئے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کیلئے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے۔ اس لئے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں (عالمگیری رد المختار و بہار)

مسئلہ: منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزے کے بھی اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں جیسے اور دنوں میں سنت ہے، ویسے ہی روزہ میں بھی سنت ہے۔

سحری کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے (بخاری و مسلم و ترمذی ونسائی وغیرہ) اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں، (طبرانی اوسط و ابن حبان صحیح) سحری کل کی کل برکت ہے، اسے نہ چھوڑنا چاہیے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، (امام احمد) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے (احمد ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان) اور فرمایا افطاری میں جلدی کرنے اور سحری میں دیر کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ (طبرانی اوسط)

مسئلہ: سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہو جانے کا شک ہو جائے (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: افطار میں جلدی کرنا سنت ہے مگر افطار اس وقت کرے جب سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو جائے، جب تک اطمینان نہ ہو افطار نہ کرے چاہے موذن نے اذان کہہ دی ہو اور بادل کے دن افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: توپ اور نقارہ کا سحری و افطار میں اس وقت اعتبار ہے جب کسی پرہیزگار محقق عالم توقیت داں کے حکم پر چلے بجے۔ آج کل کے عام علماء بھی اس فن سے ناواقف ہیں اور جنتریاں بھی اکثر غلط ہوتی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی دیندار علم توقیت کے ماہر عالم کا بنایا ہوا نقشہ سحر و افطاری ہو تو اس پر عمل ہو سکتا ہے۔

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے:

مسئلہ: حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی ہے کہ وہ پاک کرنے والا ہے اور حضور ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے۔

"اللھم لك صمت و علیٰ رزقك افطرت"

ترجمہ: اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا میں نے اور تیری ہی دی ہوئی روزی سے افطار کیا میں نے۔

کن کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

مسئلہ: سفر، حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور بیماری اور بڑھاپا اور ہلاک ہونے کا ڈر اور اکراہ شرع اور نقصان عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کیلئے عذر ہیں ان باتوں کی وجہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے گا تو گنہگار نہیں لیکن بعد میں جب عذر جاتا رہا تو ان چھوڑے ہوئے روزوں کا رکھنا فرض ہے۔

مسئلہ: سفر سے مراد شرعی سفر ہے یعنی اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ ہو اگر چہ سفر کسی ناجائز کام کیلئے ہو۔ (درمختار)

مسئلہ: دن میں سفر کیا تو اس دن کا روزہ افطار کرنے کیلئے آج کا سفر عذر نہیں البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئیگا۔ مگر گنہگار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم ہوا اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان میں کوئی چیز بھول گیا تھا اسے لینے واپس آیا اور مکان پر آ کر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔ (عالمگیری و بہار)

مسئلہ: مسافر نے ضحوی کبریٰ سے پہلے اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے۔ (جوہرہ و بہار)

مسئلہ: خود اس مسافر کو اور اس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح ڈر ہو یا دائی اگر چہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔ (درمختار و ردالمختار و بہار)

مسئلہ: مریض کو بیماری بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم خادمہ کو بہت کمزور ہو جانے کا گمان غالب ہو۔ تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔ (درمختار و ردالمختار و بہار)

مسئلہ: ان صورتوں میں گمان غالب ضروری ہے محض وہم وخیال کافی نہیں۔گمان غالب کی تین صورتیں ہیں اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے یا اس کا اپنا تجربہ ہے یا کسی مسلمان ماہر طبیب نے جو فاسق نہ ہو اس نے اس کی خبر دی ہو اور اگر نہ کوئی نشانی ہو نہ تجربہ نہ ایسے طبیب نے بتایا تو روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ محض وہم وخیال سے یا کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے روزہ توڑ دیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا (ردالمختار و بہار) آجکل کے اکثر اطباء اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور نہ سہی تو حاذق و ماہر نایاب سے ہو رہے ہیں ایسوں کا کہنا کچھ قابل اعتبار نہیں ان کے کہنے پر روزہ رکھنا یا توڑ دینا جائز نہیں۔ان طبیبوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ کو منع کر دیتے ہیں۔اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ مضر ہے کس میں نہیں۔

مسئلہ: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک ہو جانے کا صحیح ڈر ہو یا عقل خراب ہو جانے کا ڈر ہو تو روزہ نہ رکھیں۔(فتح القدیر و عالمگیری و بہار)

مسئلہ: سانپ نے کاٹا اور جان کا ڈر ہو تو روزہ توڑ دیں۔(ردالمختار و بہار)

مسئلہ: شیخ فانی (یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا) جب روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کے برابر مسکین کو دیدے (درمختار وعالمگیری و بہار)

مسئلہ: اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں گرمیوں کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا مگر جاڑوں میں رکھ سکتا ہے تو اب افطار کرلے اور ان کے بدلے کے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے (ردالمختار و بہار وغیرہ)

مسئلہ: اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے تو ان روزوں کی قضا رکھنا واجب ہے فدیہ صدقۂ نفل ہو گیا۔(عالمگیری)،نہایہ و بہار)

مسئلہ: کسی کے بدلے کوئی دوسرا نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے البتہ اپنے روزے نماز کا وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔(ہدایہ، عالمگیری درمختار)

مسئلہ: نفلی روزہ قصداً شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔اگر توڑے گا قضا واجب ہوگئی یا کسی وجہ سے ٹوٹ جائے گا جیسے حیض آگیا تو بھی قضا واجب ہے (ہدایہ، درمختار وغیرہ)

مسئلہ: عیدین یا ایام تشریق میں نفل روزہ رکھا تو اس کا روزہ پورا کرنا واجب نہیں بلکہ اسے توڑ دینا واجب ہے اور اس کے توڑنے سے قضا واجب نہیں اور اگر ان دنوں میں روزہ کی منت مانی پوری کرنی واجب ہے۔لیکن ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں (ردالمختار و بہار)

کب نفلی روزہ توڑ سکتا ہے:

مسئلہ: مہمان کی خاطر سے نفل روزہ توڑنے کی جازت ہے جب کہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور یہ توڑنے کی اجازت ضحوی کبرٰی سے پہلے تک ہے بعد کو نہیں ہاں ماں، باپ کی ناراضی کے سبب سے عصر سے پہلے تک توڑ سکتا ہے عصر کے بعد نہیں۔

مسئلہ: کسی بھائی نے دعوت کی تو ضحوئ کبرٰی سے پہلے نفل روزہ توڑنے کی اجازت ہے لیکن بعد میں قضا رکھنا ہوگا۔

مسئلہ: عورت بغیر شوہر کی اجازت کے نفل اور منت اور قسم کے روزے نہ رکھے اگر رکھ لئے تو شوہر تڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی اور اس کی قضا میں شوہر کی اجازت لینی ہوگی اور اگر شوہر کا اس میں حرج نہ ہو تو قضا میں اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ وہ منع بھی کرے جب بھی قضا رکھ سکتی ہے۔رمضان کیلئے اور مضان کی قضا کیلئے شوہر کی جازت کی ضرورت نہیں بلکہ وہ روکے جب بھی رکھے۔(درمختار وردالمختار)

مسئلہ: کسی وجہ سے بھی جو روزہ نہ رکھا بعد میں جب بن پڑے اس کا رکھنا فرض ہے (درمختار وغیرہ)

رمضان المبارک کی چند تقریبات

......☆ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ☆......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک یوں تو انوار کی بارش کا مہینہ ہے اور اس کی ہر ساعت رحمت و برکت کی ساعت ہے تاہم تاریخ اسلام کے حوالے سے بھی اس میں چند انتہائی اہم دن ہیں ۔ زندہ قومیں کبھی اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کرتیں اور ہمیشہ ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے دن مناتی ہیں ۔ اسلام میں بھی جو دین فطرت ہے ایسے دنوں کی اہمیت کا منکر نہیں بلکہ قرآن پاک میں ایسے دنوں کو ایام اللہ فرمایا گیا ہے ۔ یعنی اللہ کے دن ۔ حج و قربانی کی ساری عبادات ایسے ہی بزرگوں کی یادگار ہیں جنہیں ہر حال میں اپنے خالق سے لو لگائے رکھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ رمضان المبارک کی چند تقاریب حسب ذیل ہیں ۔

ا ۔ یوم سیدۃ النساء: ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو سیدہ فاطمہ حضرت بتول زہرا علی ابیہا و علیہا السلام کا وصال ہوا ۔ آپ ساری جنتی عورتوں کی سردار ہیں ۔ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا نہی سے تھا ۔

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے انہی کے بارے میں فرمایا:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہراء عزیز علیہم السلام

یعنی حضرت مریم کی عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہونے کی بنا پر ہے تو حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تین نسبتیں حاصل ہیں ۔ علیہم السلام

ا ۔ وہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں ۔

۲ ۔ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی زوجہ مقدسہ ہیں ۔

۳ ۔ مرکز پرکار عشق سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور قافلہ سالار عشق حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں ۔

بہرحال ۳ رمضان المبارک کو آپ کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے حضور پرنور قطب الکاملین سیدنا شاہ لاثانی قدس سرہ اور شہنشاہ ولایت حضور قبلہ سیدنا نقش لاثانی قدس سرہٗ بڑے اہتمام سے اس روز ایصال ثواب کرتے، کرنے کی ہدایت کرتے اور فضیلت بتاتے ۔

۲ ۔ یوم ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ: آپ کا وصال شریف ۹ یا ۱۰ رمضان شریف (۱۰ھ نبوی) کو ہوا ۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی اور حضور شہنشاہ کونین ﷺ کی سب سے پہلی اہلیہ محترمہ اور تمام مومنوں کی پہلی مادر مقدسہ، حضور سید عالم ﷺ پر ساری جائیداد بھی قربان کر دی ۔ گویا اس مالی قربانی میں بھی اولین نام نامی آپ کا ہے ۔ تاجدار انبیاء علیہ السلام کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہی کے بطن سے ہوئی ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں حضور خواجہ کائنات ﷺ کے ذریعے اللہ کا اور اپنا سلام پہنچایا ۔ ان کے وصال کے سال کو عـام الحـزن (یعنی غم کا سال) کہا گیا ۔ حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ راضی رہے اور ان کا ذکر ہمیشہ محبت و احترام سے فرماتے ۔

اس لئے دس رمضان کو اس محسنہ کائنات رضی اللہ عنہا و سلام اللہ علیہا کا یوم بھی عقیدت و احترام سے منانا چاہیے ۔

۳ ۔ یوم سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہی حضور سرور عالم ﷺ کے عقد مبارک میں آئیں ۔

اور پھر امہات المومنین میں سب سے بلند مرتبہ اور سرورِ کونین ﷺ کو محبوب آپ ہی تھیں۔ (صلی اللہ علیٰ بعلہا وعلیہا وسلم) آپ بہترین علم وعمل سے آراستہ تھیں۔ یہ شرف بھی کم نہیں کہ یارِ غارِ نبوت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر ہیں۔ سورہ نور کی متعدد آیات آپ کی شان اقدس میں نازل ہوئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک آپ کا یومِ وصال ہے۔ اسے پورے اہتمام سے منانا چاہئے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اسے بڑی اہمیت دی ہے۔

۴۔ یوم بدر: اسلام اور کفر کا پہلا فیصلہ کن معرکہ جسے غزوہ بدر کہتے ہیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو بدر کے مقام پر ہوا قرآن حکیم نے اسے یوم الفرقان فرمایا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل بدر کے وسیلے سے جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے کیونکہ ان سب کی بخشش کا اعلان خود اللہ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا ہے۔ سوان بخشے ہوؤں کا وسیلہ ہمارے لئے بھی حل مشکلات کا ضامن بن سکتا ہے۔

بہر حال ۱۷ رمضان المبارک شریف یوم حضرت سیدہ عائشہ بھی ہے اور یوم بدر بھی۔ رضی اللہ عنہا وعن اہل البدر۔

۵۔ یوم شیر خدا رضی اللہ عنہ: سیدنا حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جو حضور سرور کائنات اصل موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادر ذی وقار اور سیدہ خاتون جنت کے شوہر نامدار ہیں۔ ۲۱۔ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے۔ اللہ اکبر! خوب فرمایا کسی بزرگ نے:

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

یعنی یہ سعادت کہ کعبے میں ولادت ہو اور مسجد میں شہادت ہو صرف حضرت علی المرتضیٰ مشکلکشا کرم اللہ وجہہٗ ہی کو میسر آئی۔

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نہ بنتا کیوں خدا کا گھر علی کی جائے پیدائش

کہ وہ ایمان کا قبلہ ہے یہ عرفان کا قبلہ

ان کے فضائل حد وشمار سے باہر ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض منافقت کی پہچان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے بڑے قاضی آپ ہی ہیں۔ زہد وورع اور فقر وشجاعت کو آپ پر ناز ہے۔ ہر مومن محب اہل بیت ہے اور ہر محب اہل بیت کو آپ کا دن ضرور منانا چاہئے۔

۶۔ شب قدر یا یوم نزول قرآن: شب قدر جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے نہایت عظمت والی رات ہے۔ حدیث پاک کی رو سے آخری عشرے کی طاق راتوں میں کوئی سی ایک رات لیلۃ القدر ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بلکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ ستائیسویں رات ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور سورۃ القدر میں یہ ترکیب تین بار آئی ہے لہٰذا ۹x۳=۲۷ نیز اس صورت میں تیس کلمات ہیں اور ھی (یعنی وہ) جس سے اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ستائیسواں کلمہ ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ستائیسویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا گزر گئی ہوں یعنی تیئیسویں یا ستائیسویں شب، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ آپ بولے رب تعالیٰ نے سات آسمان بنائے، زمینیں بھی سات، ہفتے کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے ہوئی نیز انسان کھاتا بھی سات اندام سے ہے، سات اعضا سے سجدہ، طواف میں بھی سات چکر، اور جمرات کو کنکر بھی سات مارے جاتے ہیں۔ لہٰذا شب قدر میں بھی سات کا عدد ہی مناسب ہوگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم نے وہ چیز جان لی جو ہمارے علم میں ہے"۔

اس رات کو جاگ کر عبادت کرنی چاہئے۔ انسان تلاوت کرے، درود شریف پڑھے، یا کوئی اور عبادت کرے اصل چیز خشوع وخضوع اور احساس بندگی کا بیدار کرنا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب سے مناجات کریں، اس کے حضور گڑگڑائیں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ سیدہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ہادی اعظم ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے یہ رات معلوم ہو جائے تو کیا کہوں؟ کہو۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے سو مجھے بھی معاف فرما!

اس رات ہمیں حضور احمد مجتبیٰ سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں بھی زیادہ ادب و نیاز سے متوجہ رہنا چاہئے کہ آپ ہی خالق و خلق کے درمیان سب سے بڑا وسیلہ ہیں اگر اپنے دل کی آرزو پیش کرنے کا سلیقہ نہ آئے تو قصیدۃ النعمان (یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا قصیدہ) یا امام بوصیری کا قصیدہ بردہ ہی پڑھ لیں۔ اگر اس کا ترجمہ نہ آتا ہو تو درود شریف ہی بکثرت پڑھیں۔ سرکار دو عالم رحمت کائنات علی افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے آنسوؤں کی زبان سے فریاد کریں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس رات اگر اور کچھ بھی نہ ہو سکے تو عشا اور فجر کی نمازیں با جماعت ضرور پڑھ لینی چاہئیں۔ (یہ کم از کم ہے)

چونکہ نزول قرآن کی رات اس لئے اپنے اخلاق و کردار کا ضرور جائزہ لینا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ ہماری سیرت قرآن پاک کی تعلیمات سے کہاں تک موافقت رکھتی ہے۔

۷۔ یوم استقلال (یوم آزادی): ہمارے ہاں یوم آزادی ۱۴ اگست کو منایا جاتا ہے حالانکہ مناسب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات (یعنی شب) کو یوم آزادی کے طور پر منائیں کیونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو جب پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوا تھا شب قدر تھی۔ ویسے تو پاکستان کے قیام کی جو کوششیں بھی ہوئیں ان کا عنوان یہی تھا کہ یہاں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ قائم کی جائے گا اور دنیا کو عملاً بتا دیا جائے گا کہ نجاتِ آخروی ہی کا نہیں، بلکہ فلاحِ دنیوی کا دارومدار بھی کتاب وسنت کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے پر ہے۔ علماومشائخ نے بھی اسی لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ شب قدر کو پاکستان کا معرض وجود میں آنا مزید اس کے نظریہ تشکیل میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ہم اس اولین مقصد کو بھول گئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک دولخت ہو گیا۔ اور اب باقی ماندہ ملک میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔ اگر ہماری بے وفائی کا یہی حال رہا تو نجانے پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ کشمیر جاگ رہا ہے اور پاکستان سو رہا ہے۔ کشمیری بیدار ہو کر اپنے ذوقِ یقین سے غلامی کی زنجیریں کاٹ رہے ہیں اور ہم اپنی بے یقینی سے آزادی کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ کاش کہ اس صورت حال کا احساس قوم کے رہنماؤں کو ہوتا مگر ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہاں حکومتوں میں تصادم ہے، کرسی کا طواف تو ہو رہا ہے، اقتدار کا پروانہ تو ہر کوئی ہے، ایمان کی خرید وفروخت تو جاری ہے مگر قرآن کا، اسلام کا اور پاکستان کا کوئی خیر خواہ نظر نہیں آتا۔

قوم کے بہی خواہ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو رمضان المبارک میں نورانی ساعتوں میں پاکستان کی بقاو سالمیت کی دعا ہی کریں۔

............☆☆............

استغاثہ اور استعانت

......☆ محقق دوراں جناب حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی (سیالکوٹ) ☆......

قسط نمبر 3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استغاثہ کا مطلب ہے بندے کا کسی مصیبت اور مشکل میں واقع ہونے کے وقت کسی ایسی ہستی سے امداد اور دستگیری طلب کرنا جو اس کی حاجت پوری کرے اور مشکل آسان کرے۔ قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے، جبکہ یہ نفوس قدسیہ تو اللہ کی عطا ہی سے مدد کرتی ہیں اور اس میں زندہ مردہ دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں

ضابطہ امداد: کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالی کی امداد کا محتاج نہیں ہے شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطائے الہی کا مظہر اور وسیلہء رحمت باری تعالی ماننے میں کوئی حرج نہیں۔

صحابہ کرام کا عقیدہ: صحابہ کرام کو جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو حضور ﷺ کے خدمت اقدس میں حاضری دیتے تو مشکلیں حل ہو جاتی تھیں۔ غزوہ خندق میں صحابہ کرام مشکل میں تھے کہ کھدائی کرتے ہوئے ایک ایسا پتھر آ گیا جہاں کدال کام نہیں کرتا تھا تو صحابہ نے مشکل کشا نبی ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں لگائیں تو پتھر ٹوٹ گیا تو صحابہ کرام نے اس مشکل کشائی پر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (احمد ۱۸۲۱۹، نسائی ۳۱۷۶ کتاب الجہاد باب غزوۃ الترک، مختصر سیرۃ رسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص:۳۶۵ باب غزوۃ الخندق)

حدیبیہ کے دن پانی ختم ہو گیا تو صحابہ کرام کو پیاس کی مشکل پیش آئی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک پانی کے برتن میں رکھا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح نکلنے لگا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اس دن پندرہ سو صحابہ تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ (بخاری حدیث:۳۵۷۶ مسلم ۱۸۵۶ مشکوۃ ۵۸۸۲ کتاب الفضائل باب المعجزات)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ سے ان امور میں مدد مانگنی جائز ہے جس پر وہ قادر ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ کرام نے کن امور میں آپ ﷺ سے مدد مانگی ہے ہر اس امور میں آپ ﷺ کی قدرت ثابت ہو جائے گی جن امور میں صحابہ کرام نے آپ سے مدد مانگی ہے۔ صحابہ کرام نے آپ سے جنت مانگی آنکھیں مانگیں، حافظہ مانگا معلوم ہوا کہ سرکار ﷺ ان سب پر اللہ کے حکم سے قدرت رکھتے تھے

غزوہ احد میں عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو عرض کیا یا رسول اللہ تلوار ٹوٹ گئی ہے تو آپ نے انہیں ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا لو اس سے جنگ کرو انہوں نے پکڑ کر ہلایا تو وہ تلوار بن چکی تھی (خصائص کبری سیوطی)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل گئی تو حضورﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی تو آپ ﷺ نے ڈھیلا لے کر آنکھ میں رکھا اور دعا کی الٰہی یہ تیرے نبی کی حفاظت کر رہا تھا اس کو آنکھ واپس کر دے تو ان کی آنکھ درست ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حافظہ کی مشکل پیش آئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں بھول جاتا ہوں کرم فرمائیے تو مشکل کشا نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر بچھا دو انہوں نے چادر بچھائی تو نبی کریم ﷺ نے دونوں ہاتھ بھر بھر کر اس میں کچھ ڈالا پھر فرمایا: اس کو سمیٹ لو، فرماتے ہیں اس کے بعد میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق میں صحابہ کرام تین دن کے بھوکے تھے میں اپنی بیوی کی طرف گیا۔ کہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ تو اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلو) جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی۔ میں نے اسے ذبح کیا۔ میری بیوی نے جو پیسے حتیٰ کہ ہم نے گوشت ایک ہانڈی میں ڈالا۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چپکے سے سرگوشی کی۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایک بکری ذبح کی ہے اور میری بیوی نے چار کلو جو پیسے ہیں۔ آپ چند ساتھیوں کو لے کر ہمارے ہاں تشریف لے چلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بآواز بلند فرمایا: اے اہل خندق جابر نے تمہاری دعوت کی ہے سو تم لوگ چلو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ کے سامنے آٹا پیش کیا گیا۔ تو آپ نے اُس میں لعابِ دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اور اُس میں لعابِ دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے۔ اور اپنی ہانڈی سے شوربہ نکالو لیکن اُس کو چولہے سے نیچے نہ اتارنا۔ مجاہدین ایک ہزار تھے۔ اللہ کی قسم سب نے کھانا کھایا اور بچا دیا اور جس وقت وہ واپس گئے ہماری ہانڈی اسی طرح جوش کھا رہی تھی۔ اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اُس کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ (مسلم حدیث: ۲۰۳۹ کتاب الاشربۃ، مشکوٰۃ حدیث ۵۸۷۷ کتاب الفضائل باب المعجزات)

نبی کریم ﷺ کی برکت سے صحابہ کرام کی بھوک کی مشکل ختم ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کو اپنے جیسا نہیں بلکہ بے مثل و بے مثال سمجھتے تھے ورنہ اس ہانڈی کے قریب بھی نہ جاتے جس میں آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا عقیدہ ﴿حضرت حمزہ تکلیفیں دور کرنے والے مشکل کشا ہیں﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازہ پر کھڑے ہوئے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے تھے:

اے حمزہ اے رسول اللہ کے چچا، یا اسَدَ اللهِ و اَسَدَ رسُولِه اللہ کے شیر اور رسول اللہ کے شیر، یا حَمْزَةُ فاعِلَ الخیرات اے حمزہ نیک اعمال کرنے والے، یا حَمْزَةُ كَاشِفَ الْكُرُبَاتِ اے حمزہ تکلیفیں دور کرنے والے، اے رسول اللہ کا دفاع کرنے والے. (سیرۃ حلبیہ ۵۳۴/۲، المواہب اللدنیہ ۲۱۲/۱، المفاہیم ص: ۱۷۸)

یہ عقائد صحابہ کا اجمال تھا تفصیل آگے آ رہی ہے

حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سیالکوٹ محلّہ نیکا پورہ کے ایک منظور نظر شاعر عاشق رسول عالم باعمل صوفی باصفا جناب مشتاق حنفی صاحب مدظلہ العالی ہیں انہوں نے پنجابی کے چند اشعار کہے ہیں لیکن کمال کر دیا ہے وہ اشعار قرآن وحدیث کا ترجمہ میرے مضمون بلکہ عقائد اہل سنت وعقائد صحابہ کا خلاصہ ہے پڑھکر حفظ کیجئے اپنے اور لوگوں کے ایمان کو تازہ کیجئے یہ بزرگ ابھی حیات ہیں اور استاذ العلماء علامہ خاور صاحب نقشبندی کی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں اگر ہو سکے تو ان کی زیارت کی جائے۔

نبی دی بشریت جے ساڈے جئی ہندی تے — رب چاواں دھاواں نال قسماں نہ اٹھاندا
نہ فارس تے آتش کدے سرد ہندے — نہ کعبے دے اندر ہبل ڈگمگاندا
صحابی نبی نوں پرا(بھرا) جے سمجھدے — کوئی تھکی ہوئی ہانڈی دے نیڑے نہ جاندا
نہ اپنے منواں تے ملدا کرولی — نہ حجامت دے والاں نوں ٹوپی چہ پاندا
سراقہ دا گھوڑا نہ تسدا زمین وچہ — نہ آپی نکلدا نہ کوئی چھڑاندا
نبی کجھ نئیں کرسکدا جے مسئلہ ٹھیک اے — فیر نکلی ہوئی اکھ لے کے قتادہ نہ جاندا
نبی دے عشق وچہ اوہ ہو گئے فدائی — کوئی پھانسی چڑھیا کوئی بچے کہاندا
کسے جسم اپنے دیاں پھانگاں کرایاں — کوئی چربی پگلاکے اگاں بجھاندا
جے نجدی مثل دیاں پاوے دہائیاں — تے سمجھو شیطان ایدا ہڑکا دباندا

آیت نمبر:۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(یا ایھا الذین آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاۃِ) (سورۃ البقرۃ آیت:۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

صبر اور نماز بھی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (الصافات:۹۶) جب عام مخلوق سے مدد مانگنا جائز ہے تو حضور ﷺ تو تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ سے مدد مانگنا ناجائز کیسے ہو سکتا ہے۔

آیت نمبر:۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہُ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ (سورۃ المائدہ:۵۵ پارہ:۶)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔

آیت نمبر:۳ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَاِنَّ اللہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلَائِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ﴾ (سورۃ التحریم:۴ پارہ:۲۸)

ترجمہ: تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں

آیت نمبر:۴: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ﴾ (المائدہ:۲)

اے مسلمانوں تم ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیز گاری پر مدد کرو۔

آیت نمبر:۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ ﴾ (سورۃ الصف:۱۴ پارہ :۲۸)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کی طرف میری مدد کرے گا تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

آیت نمبر:۶

مافوق الاسباب مدد مانگنا بھی انبیاء کرام کا طریقہ ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا:

﴿اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِی بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِی مُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۳۸)

تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہو

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اسباب کے تحت کسی سے مدد مانگنا جائز ہے اور مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے اگر ان کی یہ منطق درست تسلیم کر لی جائے تو پھر انبیاء کرام بھی اس فتوی سے محفوظ نہیں رہتے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تحت الاسباب اور فوق الاسباب کی قیدیں ایجاد بندہ ہیں قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

آیت نمبر:۷

انبیاء کرام بعد وصال بھی مدد کرتے ہیں: اللہ تعالی نے انبیاء کرم سے ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (آل عمران:۸۱ پارہ:۳)

ترجمہ: پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت کے تحت **مفتی احمد یار خاں** صاحب لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں کیونکہ انبیاء سے دین محمدی کی مدد کا عہد لیا گیا حالانکہ رب جانتا تھا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ حضرات وفات پا چکے ہوں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی اس طرح کہ شب معراج پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں، اس طرح اب بھی حضور ﷺ کی مدد اپنی امت پر جاری ہے اگر ان کی مدد نہ ہو تو ہم کوئی نیکی نہیں کر سکتے۔ (تفسیر نور العرفان)

آیت نمبر:۸

مکہ مکرمہ میں رہ جانے والے کمزور مسلمان یوں دعا کرتے تھے۔

﴿ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ (النساء:۷۵) پارہ:۵)

ترجمہ: ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

معلوم ہوا کہ رب تعالی جس پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے مددگار مقرر فرما دیتا ہے ۔اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے۔اسی لئے مددگار بنانے کی دعا مانگنے کا حکم دیا۔غیر خدا کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔ہاں بے ایمانوں کا کوئی مددگار نہیں۔﴿و مَـا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(پارہ۳ :البقرہ۲۷۰) ﴿وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ گمراہوں کا کوئی مددگار نہیں (پارہ:۱۵سورۃ الکہف:۱۷)

﴿حدیث کی رو سے استمداد﴾

حضرت ربیعہ بن کعب کا عقیدہ ﴿ کہ رسول اللہ ﷺ سے جنت مانگنا بھی جائز ہے ﴾

عـن ربيـعة بـن كـعب الاسلمى رضى الله عنه قَالَ: كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رسُولِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِـهِ وَحَـاجَتِـهِ فَـقَـالَ لـى : ((سَـلْ)) فَـقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ : ((أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ)) قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: ((فَأَعِنِّى عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)) ، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا کرتا تھا (دریائے رحمت جوش میں آیا) فرمایا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، میں نے عرض کی میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: تو زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔(مسلم حدیث-۴۸۹ کتاب الصلوۃ باب فضل السجود ،مشکوۃ حدیث-۸۹۶ کتاب الصلوۃ باب السجود وفضلہ)

رسول اللہ ﷺ نے ((سَـلْ)) ,,مانگ کیا مانگتا ہے،،فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگنا اِيَّـاكَ نَسْتَـعِيْـنُ کے خلاف نہیں ہے بلکہ آپ کے در کا سوالی اللہ کا سوالی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے خود ہی تو آپ سے مانگنے کا حکم دیا ہے ﴿ وَاَمَّـا السَّـآئِلَ فَـلَا تَنْهَرْ﴾ اے محبوب سوالی کو جھڑکنا نہیں (سورۃ الضحی)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا اور ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بنایا

اور صحابی کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں دنیاوی نعمتوں کی کیا حقیقت ہے آپ ﷺ تو اخروی نعمتیں یعنی جنت بھی عطا فرما سکتے ہیں اور آپ

سے جنت مانگنا بھی جائز ہے۔ جوعقیدہ صحابہ کرام کا وہی عقیدہ اہل سنت کا

مجھ سے مدد طلب کرو:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال : كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ اِذْ اَتَتْهُ وَفْدُ هَوَازِنَ فَقَالُوا يا مُحَمَّدُ قَدْ نَزَلَ بِنَا مِنَ الْبَلاءِ مَالَا يَخْفٰى عَلَيْكَ فَامْنُنْ عَلَيْنَا مَنَّ اللهُ بِكَ فَقَالَ اخْتَارُوْا مِنْ اَمْوَالِكُمْ اَوْ مِنْ نِسَائِكُمْ وَاَبْنَائِكُمْ فَقَالُوْا :قَدْ خَيَّرْتَنَا بَيْنَ اَحْسَابِنَا وَاَمْوَالِنَا بَلْ نَخْتَارُ نِسَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ نَا قال رسولُ الله ﷺ : اَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ المطلبِ فَهُوَ لَكُمْ فَاِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوا اِنَّا نَسْتَعِيْنُ بِرَسُوْلِ اللهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَوِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ وفد ہوازن خدمت اقدس حضور سید عالم میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا محمد ﷺ ہم پر ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو آپ پر مخفی نہیں (یعنی ہمارے مال اور عیال آپ کے پاس قیدی ہیں) یارسول اللہ ہم پر کرم فرمایئے اللہ آپ کے ذریعے ہم پر کرم فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے لئے اپنے مال اختیار کرلو یا اپنی عورتیں اور بیٹے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ہمیں مال اور عیال کے درمیان اختیار دیا ہے تو ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو اختیار کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو جو کچھ میرے اور میرے خاندان بنو مطلب کے پاس ہے وہ تمہارے لئے ہے اور جب تم ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہو کر اس طرح کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مومنوں اور مسلمانوں سے اپنے اہل وعیال کے متعلق مدد چاہتے ہیں۔ (سنن نسائی الکبری ج ۴ص ۱۲۰ الامن والعلی لنعت المصطفی ص ۱۰۲، ۱۴۱)

اللہ تعالی تو فرماتا ہے کہ اس طرح دعا کرو ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ سورہ فاتحہ اور نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں: مجھ سے مدد چاہنا۔ اور کہنا نَسْتَعِيْنُ بِرَسُوْلِ الله اگر مدد طلب کرنا خدا تعالی کے ساتھ خاص تھا کسی دوسرے کی مدد نا جائز تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا تو (معاذ اللہ) کیا نبی پاک ﷺ بھی قرآنی آیات کا مفہوم نہ سمجھ سکے بلکہ خود خدا تعالی نے فرمایا (یا ایها الذین آمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ) اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ (سورۃ البقرۃ آیت: ۱۵۳) کیا صبر اور نماز خالق ہیں ہرگز نہیں بلکہ صبر اور نماز بھی مخلوق ہے تو اللہ تعالی نے ایسا کیوں حکم دیا کہ مخلوق سے مدد مانگو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے مدد چاہنا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا شرک ہے تو وہ نرے جاہل ہیں کیونکہ ان کا فتوی صرف ہم اہل سنت پر نہیں لگے گا بلکہ بڑی دور تک جائے گا اور جو ایسا تصور کرے کہ خدا اور رسول ہمیں غلط یا ناجائز حکم دے سکتے ہیں وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ وہ قرآنی مفہوم سمجھ نہیں سکے اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ حقیقی مددگار اللہ کے علاوہ کوئی نہیں رہی اللہ کے مقبولوں کی مدد تو وہ اللہ کی مدد ہے غیر اللہ کی مدد نہیں ہے جو محبوب ہوتے

ہیں وہ غیر نہیں ہوتے اور جو غیر ہوتے ہیں وہ محبوب نہیں ہوتے

؎ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محبّ میں نہیں ہے میرا تیرا

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات:

اس کی بے شمار مثالیں قرآن میں موجود ہیں اللہ فرماتا ہے۔ ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ﴾ وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہے (سورۃ آل عمران:٦) حالانکہ ماں کے رحم میں تصویر اللہ نہیں فرشتہ بناتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ فرشتہ کا کام اللہ کا کام فرشتوں کی مدد اللہ کی مدد رسول اللہ کی مدد اللہ کی مدد ہے۔ہاں مخلوق میں سے کسی کو خدا سمجھ کر مدد مانگنا شرک ہے۔مخلوق کو مخلوق سمجھ کر مدد طلب کرنا قرآنی حکم ہے جیسا کہ آیات اوپر گذر چکی ہیں کہ انبیاء کرام نے مخلوق سے مدد مانگی ہے

غلط فہمی کا ازالہ: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔(سورہ فاتحہ) یہ آیت پڑھ کر لوگ کہتے ہیں دور سے یا غائب سے مدد طلب کرنا یا وفات یافتہ لوگوں سے مدد طلب کرنا شرک ہے لیکن اس آیت میں نہ دور کی قید ہے اور نہ زندہ و مردہ کی لہٰذا ہر قسم کی مدد نا جائز ہوگی اس آیت کی رو سے تو کسی سے چندہ مانگنا بھی نا جائز ٹھہرے گا حالانکہ چندہ مانگنا سب کے نزدیک جائز ہے ہاں قرآن کی کوئی یا حدیث پیش کی جائے جس سے ثابت ہو کہ مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے یا کسی صحابی کا قول ہو۔ہاں بتوں سے مدد مانگنا شرک ہے کیونکہ بت ناپاک اور دشمن خدا ہیں اور اولیاء اور انبیاء کرام حبیب خدا ہیں اور ان سے مدد طلب کرنے کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے وسیلے سے ہم پر رحم فرمائے یا ہم کہتے ہیں یا رسول اللہ المدد یا غوث اعظم مدد تو اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے دعا کریں یا غوث اعظم ہمارے لئے دعا کریں کہ ہماری یہ حاجت پوری ہو جائے۔

اس آیت کے تحت دیوبندیوں کے حجۃ الاسلام شیخ الہند محمود الحسن صاحب اپنے ترجمہ و تفسیر میں لکھتے ہیں:-اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اُس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل نا جائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہِ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

سنی تفسیر: اس آیت کے تحت صدر الافاضل مولنا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں:-استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بلا واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات وخدام و احباب وغیرہ سب عونِ الٰہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدۂ باطلہ ہے کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امدادِ الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں اگر اس کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ نے سمجھے تو قرآن پاک میں (اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ) میری مدد کرو قوت سے۔(سورۃ الکہف آیت ۹۵) اور (اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ) صبر اور نماز سے مدد چاہو۔(سورۃ البقرۃ آیت:۱۵۳) کیوں وارد ہوتا اور حدیث میں اہل اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی۔(تفسیر خزائن العرفان)

اللہ ہی سے سوال اور مدد طلب کرنا چاہئے: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ﴿ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ﴾ جب سوال کروتو اللہ سے سوال کرواور جب مدد مانگوتو اللہ سے مدد مانگو۔(ترمذی مشکوۃ کتاب الرقاق باب التوکل والصبر حدیث:۵۳۰۲)

علامہ سید علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ مدرس مکۃ المکرّمہ فرماتے ہیں:اس حدیث پاک کے معنی سمجھنے میں بھی بہت سے لوگ خطا کر گئے ہیں۔اس وجہ سے کہ وہ استدلال کرنے لگے کہ سوال واستغاثہ وغیرہ من کل الوجوہ اور ہر طریقہ سے صرف اللہ ہی سے کرنا چاہئے اورانہوں نے مخلوق سے سوال واستغاثہ کرنے کوشرک اور ملت اسلامیہ سے نکال دینے والا بنادیا۔اس استدلال سے تو اسباب کواختیار کرنے کی نفی ہوگئی اوراستعانت اوراستغاثہ وغیرہ کی بہت سی نصوص بھی ختم ہوگئیں۔

حدیث کا صحیح مفہوم: صحیح مطلب یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے مقصود سوال واستعانت واستغاثہ ما سوی اللہ سے روکنا ومنع کرنا نہیں ہے جیسا کہ اس کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی غفلت سے رک جائے کہ اسباب کے اختیار کرنے سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ غیر اللہ کی طرف سے ہے بلکہ وہ اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔اورمخلوقات کے قبضہ میں جونعمتیں ہیں وہ بھی اللہ کی طرف سے ہیں۔تو معنی یہ ہوئے کہ جب تو اے مخاطب مخلوقات میں سے کسی سے استعانت کا ارادہ کرے تو اللہ کی ذات پر پورا اعتماد اور بھروسہ رکھ اور یہ اسباب تجھ کومسبب الاسباب اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونے سے غافل نہ کردیں۔اور تیرے لئے حجاب نہ بن جائیں اس حدیث میں سوال عن الغیر کی ممانعت اور توسل کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔اور جوکوئی اس سے توسل اور سوال عن الغیر کی ممانعت سمجھتا ہے تو وہ غلط سمجھتا ہے اوراپنے آپ کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔اس لئے کہ جو شخص انبیاء وصالحین کواللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر طلب خیر اور دفع شر چاہتا ہے۔تو وہ اللہ پاک ہی سے ان اشیاء کوطلب کررہا ہے۔لیکن کسی کے وسیلہ سے چاہ رہا ہے اور وہی سبب اختیار کررہا ہے جس کو قضاء حوائج کے لئے اللہ تعالی نے سبب بنایا ہے۔اور جو اللہ کے حکم سے کسی سبب کواختیار کرتا ہے تو کون کہتا ہے کہ وہ سبب سے مانگتا ہے بلکہ یہ تو مسبب الاسباب سے مانگنا ہوا۔تو اگر نبی کریم ﷺ سے یہ کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آئے۔یا میری مصیبت دور ہوجائے یا میرا مرض ختم ہوجائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی سفارش سے۔اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لئے فلاں چیز کی دعا کردیں یا سفارش کردیں۔بس اتنا فرق ہے کہ دوسرا زیادہ صریح ہے پہلا کم صریح ہے۔اس طرح سے کوئی کہتا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ فلاں معاملہ کوآسان کردیں اور فلاں شر کودور کردیں۔پس ان تمام صورتوں میں وسیلہ اختیار کرنے والا اللہ تعالی ہی سے سوال کرتا ہے۔

اس حدیث پاک سے جو یہ سمجھے کہ غیر اللہ سے سوال کرنا صحیح نہیں تو اس نے صریح خطا کی۔اوراس کے غلطی پر ہونے سے یہ حدیث خود دال ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث خود ابن عباس کے سوال پر ارشاد فرمائی پہلے آپ نے ان کواپنے سے کچھ مانگنے کوفرمایا۔ارشاد فرمایا:اے لڑکے!کیا میں تم کو چند ایسی باتیں بتاؤں کہ جن کے ذریعہ سے اللہ تم کو نفع پہنچائے۔سوال پر ابھارنے سے اس سے بہتر طریقہ کونسا ہوگا؟ تو حضرت ابن عباس نے عرض کیا کہ ضرور فرمائیے تو پھر آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی جس کا یہ جملہ ہے۔

اوراگر ہم اسی وہم کے پیچھے چلتے رہے تو پھر کسی جاہل کا عالم سے سوال کرنا بھی ناجائز ہوگا۔اور نہ کسی مصیبت زدہ کا مدد طلب کرنا صحیح ہوگا۔اور نہ کسی قرضخواہ کا قرض کے مال کی واپسی کوطلب کرنا صحیح ہوگا۔اور نہ کسی محتاج کا کسی غنی سے قرض طلب کرنا صحیح ہوگا اور نہ یہ صحیح ہوگا کہ

میدان قیامت میں لوگ انبیاء کی شفاعت کے طلبگار بنیں اور نہ یہ صحیح ہوگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام لوگوں کو طلب شفاعت کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجیں۔اور اگر وہ یہ کہیں کہ ممنوع تو ان انبیاء صلحاء سے سوال ہے جو اپنی قبور میں عالم برزخ میں ہیں کیونکہ وہ سوال کے پورا کرنے پر قادر نہیں تو اس کا ماقبل میں مفصل رد کر آئے ہیں۔اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء وصالحین زندہ ہیں، شفاعت اور دعا پر قدرت رکھتے ہیں اور ان کی حیات حیات برزخیہ ہے جو ان کی شان کے موافق ہے اور اس میں وہ دعا اور استغفار کے ذریعہ سے نفع پہنچا سکتے ہیں اور اس کا منکر کم سے کم سنت متواترہ سے جاہل ہے۔اور عام مومنین کو ان کی حیات برزخیہ میں علم وسماع وقدرت علی الدعاء اور جو تصرفات اللہ پاک چاہیں، حاصل ہیں۔تو انبیاء اور دیگر صلحا اہل برزخ کا تو کہنا ہی کیا۔

اور معراج کی صحیح اور مشہور حدیث میں انبیاء کرام کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاملہ مشہور ہے کہ سب نے نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔آپ کے سامنے آپ کے فضائل میں سپاس نامے پیش کئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی جگہوں پر نبی کریم ﷺ کو دعائیں دیں حتی کہ نمازوں میں جو تخفیف ہو کر ۵۰ سے ۵ تک پہنچیں حضرت موسی علیہ السلام کے بار بار عالم برزخ ہی میں عرض کرنے سے ہوئی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث کا جو مفہوم فاسد یہ لوگ بیان کرتے ہیں بالکل ظاہر الفساد ہے بلکہ حدیث کا مفہوم تو اس سے ڈرانا ہے کہ بلاضرورت لوگوں سے طمع کر کے ان کے اموال کا سوال نہ کرنا چاہئے اور قناعت کی تعلیم ہے ور بلاضرورت مانگنے اور سوال کرنے سے عفت و پاکدامنی اختیار کرنی چاہئے اور اللہ پاک سے اس کا فضل کا سوال کرے کیونکہ اللہ پاک گڑگڑا کر مانگنے والے کو پسند کرتے ہیں اور لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کا مال تم کو پسند آجائے تو اس سے سوال مت کرو بلکہ وہی چیز اللہ پاک سے مانگو۔تو حدیث پاک میں قناعت کی تعلیم ہے اور لالچ وطمع سے اجتناب کا حکم ہے۔اس کا انبیاء واولیاء کے توسل سے کیا جوڑ۔انبیاء واولیاء سے دعا وشفاعت کا سوال تو کامیابی کا زینہ ہے لیکن انسان جب خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہو جائے تو وہ سواری اس کو توہمات کے میدان ہی میں لئے پھرے گی اور وہ صحیح فہم لوگوں کے راستہ سے کٹ جاتا ہے۔(اصلاح مفاہیم مترجم ص۱۹۴-۱۹۶)(علماء دیوبند بلکہ دنیا بھر کے علماء کی مصدقہ کتاب)

اگر اس کا مفہوم وہی ہو جو انہوں نے سمجھا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی سے سوال کرنا شرک ہے تو پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ربیعہ سے فرمایا،،مانگ کیا مانگتا ہے،،تو صحابی نے عرض کی میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں۔(مسلم حدیث-۴۸۹ کتاب الصلوۃ باب فضل السجود،مشکوۃ حدیث-۸۹۶ کتاب الصلوۃ باب السجود وفضلہ)

اگر اللہ کے علاوہ کسی سے سوال کرنا شرک ہے تو پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہوگا کہ حضرت فراسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں لوگوں سے سوال کرلیا کروں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:نہیں، ﴿وَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسْئَلِ الصَّالِحِيْنَ﴾ اور اگر تو نے ضرور سوال کرنا ہے تو صالحین نیک لوگوں سے کرنا۔(ابوداود حدیث:۱۶۴۶ نسائی، مشکوۃ کتاب الزکوۃ باب من لاتحل لہ المسئلۃ حدیث:۱۸۵۳)

اگر کسی سے سوال کرنا جائز نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے کیوں اجازت دی کہ نیک لوگوں سے سوال کرنا۔معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے قناعت کی تعلیم دی ہے کہ بلاوجہ سوال نہ کیا کرو اس حدیث کا اولیاء وانبیاء کرام سے توسل اور ان سے امداد کے ناجائز ہونے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری صحیح حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴿ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَکُمْ بِاللهِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنِ اسْتَجَارَ بِاللهِ فَاَجِیْرُوْہُ﴾ جوتم سے اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اسے پناہ دو جوتم سے اللہ کے نام پر مانگے تو اسے عطا کرو اور جوتم سے اللہ کے واسطے سے مدد کا مطالبہ کرے تو اس کی مدد کرو۔(ابوداود:۵۱۰۹نسائی:۲۵۶۸،الادب المفرد ۲۱۶،احمد،اس حدیث کومحدث غیر مقلدین ناصر الدین البانی نے''سلسلہ الصحیحہ،،میں۲۵۴میں درج کیا ہے اوراس حدیث کوامام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نے کتاب التوحید ص۹۲ باب لا یرد من سال باللہ میں درج کیا ہے)معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں سے سوال کرنا اور مدد مانگنا جائز ہے پناہ مانگنا جائز بلکہ عین توحید ہے لیکن اِنَّ الوھابیۃ قومٌ لایَعْقِلُون

امام الوہابیہ کے نزدیک زندوں سے بھی مدد طلب کرنا شرک ہے: یہ حدیث لکھنے کے باوجود امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نے اسی کتاب التوحید ص۱۳۱ ایک باب قائم کیا من الشرك الاستعاذة بغير الله غیر اللہ سے پناہ طلب کرنا شرک ہے اور ص۱۳۲ پر لکھا من الشرك ان يستغيث بغير الله اللہ کے بغیر کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔اوراس میں ایک ضعیف حدیث درج کی کہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک منافق مومنوں کو ایذا دیتا تھا تو بعض نے کہا کہ آؤ اس منافق کے بارے میں نبی پاک ﷺ سے مدد طلب کریں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ سے مدد طلب نہیں کی جاتی بلکہ اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔(رواہ الطبرانی) دیکھو وہابی کتنے بیوقوف ہیں خود ہی حدیث نقل کی'' کہ جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو اللہ کے نام پر تجھ سے مدد طلب کرے اس کی مدد کرو،، اور دوسری جگہ خود ہی اس حدیث کی تردید کردی کہ غیر اللہ سے سوال کرنا مدد مانگنا اور پناہ مانگنا شرک ہے۔یعنی ان کو معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں اپنے لکھے ہوئے کی خود تردید کرتے ہیں اور جو حدیث پیش کی ہے ایک تو وہ ضعیف ہے اور دوسرے اس سے غیر اللہ سے سوال کرنا ہرگز شرک ثابت نہیں ہور ہا تیسرے یہ کہ خود کہتے ہیں کہ زندہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے لیکن اس سے ثابت ہور ہا ہے کہ زندہ سے بھی مدد طلب کرنا شرک ہے اگر زندہ سے بھی مدد طلب کرنا شرک ہے تو پھر یہ خود غیر اللہ سے چندہ اور قربانی کی کھالیں مانگ کر شرک کررہے ہیں۔اگر زندہ سے بھی مدد طلب کرنا شرک ہے تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ اے مسلمانو تم ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیز گاری پر مدد کرو۔(المائدہ:۲) کیا اللہ شرک کی تعلیم دے رہا ہے(نعوذ باللہ) اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:(اَعِیْنُوْنِی بِقُوَّۃٍ) میری مدد کرو قوت سے۔(سورۃ الکہف آیت ۹۵)

اور نبی کریم ﷺ سے خود ارشاد فرمایا ہے

اذاصَلَّیْتُمُ الظُّھْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللهِ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِ الْمُسْلِمِیْنَ فِی نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا جب تم ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہو کر اس طرح کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مومنوں اور مسلمانوں سے اپنے اہل وعیال کے متعلق مدد چاہتے ہیں۔ (سنن نسائی الکبری ج۴ص۱۲۰الامن والعلی لنعت المصطفیٰ ص۱۰۲،۱۴۱)

کیا اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ نے شرک کی تعلیم دی ہے تمہیں قرآن کی آیات اور صحیح احادیث مبارکہ نظر کیوں نہیں

آتیں قرآن کے مقابلہ میں اگر حدیث صحیح بھی ہوتو وہ مردود ہے چہ جائیکہ قرآن کے مقابلہ میں ضعیف احادیث پیش کی جائیں اور پھر ان ضعیف حدیثوں سے بھی ان کا مدعا ثابت بھی نہیں ہورہا۔ دعوی کچھ ہے دلیل کچھ ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا **کا عقیدہ** ﴿**دور سے مدد طلب کرنا**﴾: ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف فرما تھے کہ آپ نماز کے لئے وضو کرنے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ سے سنا کہ آپ نے وضوخانہ میں تین مرتبہ فرمایا ''میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،، ﴿فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يارَسُولَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِي مُتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا كَانَّكَ تُكَلِّمُ اِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ اَحَدٌ فَقَالَ هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي وَيَزْعُمُ اَنَّ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرٍ﴾ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے پوچھا یارسول اللہ آپ نے تین مرتبہ ایسا کہا ہے ''میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،، گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام کررہے ہیں کیا آپ کے ساتھ کوئی موجود تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ خزاعہ کا راجز عمرو بن سالم مجھ سے فریاد کررہا تھا مجھ سے مدد طلب کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی امداد کی ہے۔ (تو میں نے ان کو یہ جواب دیا ہے۔ ''میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،،) جب قریش نے وہ عہد توڑ دیا جو صلح حدیبیہ کے دن ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہوا تھا پھر تین دن کے بعد عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لیکر مدینہ منورہ پہنچا اور عرض کیا: اے اللہ میں محمد ﷺ کو یاد دلاتا ہوں وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے اور ان کے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا یارسول اللہ ہماری پوری مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلایئے جو ہماری مدد کو آئیں۔ قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور آپ کا محکم معاہدہ توڑ دیا انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا اور ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں قتل کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو تجھے مدد مل جائے گی۔ (طبرانی شریف اور یہ حدیث حسن ہے، المستند ص:۲۰، مختصر سیرت رسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی) مجمع الزوائد: ۶/۱۶۳ سیرت رسول عربی ص:۱۷۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دور سے رسول اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز ہے کیونکہ راجز نے مکہ مکرمہ سے رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارا تھا تو آپ نے مدینہ منورہ میں اس کی آواز کو سنا اور اس کو جواب دیا اور امداد فرمائی اگر دور سے پکارنا شرک ہوتا تو آپ اس کو ایسی پکار سے منع فرمادیتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا تو منصور ہے جس سے اہل سنت کے عقیدہ حاضر و ناظر و استمداد کا ثبوت ہوگیا اسی لئے ہم کہتے ہیں

؎ واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے — اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا **کا عقیدہ** ﴿**روز قیامت تمام مخلوق انبیاء کرام سے مدد طلب کرے گی**﴾ حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْاُذُنِ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ﴾ قیامت کے دن سورج قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا لوگ اس حالت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام پھر جناب محمد مصطفی ﷺ سے مدد طلب کریں گے۔ (بخاری کتاب الزکاۃ باب من سال الناس تکثرا)

اگر انبیاء کرام سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو کیا یہ شرک قیامت تک چلے گا (نعوذ باللہ) دنیا میں جو لوگ فتوی لگاتے تھے وہ بھی قیامت کے دن خدا سے نہیں بلکہ انبیاء کرام سے مدد طلب کریں گے اس وقت وہ قرآن کی آیت ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ اور حدیث ﴿ جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو۔ (ترمذی) بھول جائیں گے اگر انبیاء واولیاء سے استمد ادنا جائز اور شرک ہوتی تو قیامت میں ہرگز جائز نہ ہوتی کیونکہ قیامت میں بھی غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ مردہ عقیدہ ہے جو قیامت میں کام نہیں آسکتا ان کا دنیا میں عقیدہ اور آخرت میں عقیدہ اور لیکن اہل سنت کا دنیا میں عقیدہ بدلے اور نہ آخرت میں بلکہ اہل سنت کا عقیدہ انبیاء اور صحابہ کرام والا عقیدہ ہے تمام انبیاء علیہ السلام مخلوق خدا کو اللہ کی طرف نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجیں گے

روز محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا سب کے ہونٹوں پر محمد کی دہائی ہوگی

ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے کل اپنے عقیدے کو بدلنا ہے تو آج ہی بدل لو تا کہ قیامت میں تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہو سکے کل تو کافر بھی نبی کے وسیلہ کو مان جائیں گے لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں گر مان گیا

قیلولہ اور سحری سے مدد: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلَى قِيَامِ الَّيْلِ سحری کھانے سے دن کے روزے پر مدد حاصل کرو اور دوپہر کو سونے سے رات کے قیام پر مدد حاصل کرو۔ ابن ماجہ (۱۶۹۳) سحری کا کھانا اور دن کو قیلولہ کرنا یہ دونوں مخلوق ہیں اور مخلوق سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

رازداری سے مدد: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِسْتَعِيْنُوْا عَلَى قَضَاءِ حَوَائِجِكُمْ بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِى نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے اپنے راز کو چھپانے کے ساتھ مدد حاصل کرو بیشک ہر نعمت کے لئے حاسدین ہوتے ہیں۔ (طبرانی فی الثلاثہ، مجمع الزوائد: ۸/۱۹۵ باب کتمان الحوائج) راز کو چھپانا بھی ایک عمل اور مخلوق ہے اور مخلوق سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب عام مخلوق سے مدد طلب کرنا ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ کے خلاف نہیں تو رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرنا بھی اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ آپ ﷺ افضل الخلق ہیں اور آپ کی مدد اللہ کی مدد ہے آپ کا کام اللہ کا کام ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یـا ایھـا الذین آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں (سورۃ الانفال آیت ۲۴ پارہ: ۹)

شان نزول: حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا تو میں نہیں گیا (بلکہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا) پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا: اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔ (بخاری ۵۰۰۶ مشکوۃ کتاب فضائل القرآن) یہاں بلانے والے صرف رسول اللہ ﷺ تھے لیکن اللہ فرما رہا ہے تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلا رہے تھے معلوم کیا ہوا

رسول اللہ کا بلانا اللہ کا بلانا رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے رسول اللہ کی مدد اللہ کی مدد ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ۔ یعنی محبوب ومحبّ میں نہیں ہے میرا تیرا

حضرت براء بن عازب کا عقیدہ ﴿رسول اللہ کا فعل اللہ کا فعل ہے﴾: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہناتے ہوئے فرمایا: ﴿خُذْ اِلْبَسْ مَا کَسَاكَ اللهُ وَرَسُولُه﴾ لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں۔(مسند احمد بن حنبل) معلوم ہوا رسول اللہ کا پہنانا اللہ کا پہنانا ہے اسی طرح رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے رسول اللہ کی مدد اللہ کی مدد ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر ۔ جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضرت ابوسعید خدری کا عقیدہ ﴿اولیاء کرام سے حاجتیں طلب کرنے کا حکم﴾ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ﴿أُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلَى ذَوِى الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِى تُرْزَقُوا وَتُفْلِحُوْا فَاِنَّ فِيْهِمْ رَحْمَتِى﴾ میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤ گے مرادوں کو پہنچو گے ان میں میری رحمت ہے۔(جامع صغیر، طبرانی، الامن والعلی ص:۶۱)

اللہ کے بندے اللہ کے حکم سے مشکل کشا ہوتے ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتَى بِاِذْنِ اللهِ﴾ میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔(سورہ آل عمران آیت:۴۹ پارہ:۳) دیکھو نابینا اور کوڑھ کا مریض مشکل میں تھے حضرت عیسی علیہ السلام نے ہاتھ لگایا تو ان کی مشکل حل ہو گئی اللہ کے حکم سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی حقیقی اور ذاتی طور پر مشکل کشا ہے لیکن اللہ کے نبی اس کی عطا سے مشکل کشا ہیں۔

حضرت صہیب رومی کا عقیدہ ﴿اولیاء کرام کا دافع البلاء حاجت روا مشکل کشا ہونا﴾ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿كَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الاَكْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَيُدَاوِى النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الادواء﴾ وہ لڑکا مادرزاد اندھے اور برص والے اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔(مسلم شریف کتاب الزہد والرقاق باب قصہ اصحاب الاخدود حدیث نمبر ۳۰۰۵)

صحاح ستہ کی اس حدیث میں بیماری کو دور کرنے کی نسبت اس ولی کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ سبب تھا اور یہ نسبت کرنے والے خود حضور ﷺ ہیں معلوم ہوا کہ کسی کو مشکل کشا دافع البلاء کہنا شرک ہرگز نہیں عین ایمان اور توحید ہے اگر پہلی امتوں کے ایک ولی کو مشکل کشا دافع البلاء کہنا جائز ہے تو اس امت کے اولیاء کرام خصوصا حضور غوث پاک اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہنا کیوں ناجائز ہے اور نبی کریم ﷺ کو مشکل کشا کہنا کیوں ناجائز ہے جن کی بدولت میدان محشر میں مشکلیں حل ہونگی۔

حضرت انس عمر کا عقیدہ ﴿اولیاء کرام دفع البلا ہوتے ہیں﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اِنِّى لَاَهُمُّ بِاَهْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا فَاِذَا نَظَرْتُ اِلَى عُمَّارِ بُيُوْتِى وَالْمُتَحَابِيْنَ فِىَّ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ

بِـالْاَسْـحَارِ صَرَفْتُ عَذَابِی عَنْهُمْ﴾ میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میں اپنے گھر آباد کرنے والوں اور میرے لئے محبت کرنے والوں اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو اپنا غضب ان سے پھیر لیتا ہوں۔(جامع صغیر، والدیلمی، بیہقی الاوالعلی ص:۵۵)

حضرت ابن عمر کا عقیدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللهَ لَيَدْفَعُ بِالْمُسْلِمِ الصَّالِحِ عَنْ مِائَةِ اَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْبَلَاءَ ﴾ بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دور کرتا ہے۔ (رواہ الطبرانی، تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ آیت:۲۵۱) الترغیب والترہیب حدیث:۳۷۸۷)

حضور غوث پاک کے مدرسہ کی برکت سے عذاب قبر معاف کردیا گیا: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو مسلمان شخص میرے مدرسہ کے کسی دروازے سے بھی گذرے گا تو قیامت کے دن اس کے عذاب سے تخفیف ہوگی ۔طبقات الکبری بہجۃ الاسرار

ایک روز بادشریف کا ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور عرض کی میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے وہ خواب میں مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں تم حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر میرے لئے دعا کراو۔آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارا والد میرے مدرسہ کے دروازہ سے کبھی گذرا تھا اس نے بتای ہاں۔آپ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔دوسرے دن اس نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ خوش وخرم ہیں اور سبز لباس زیب تن ہے اور مجھے کہا کہ اب مجھ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت سے عذاب دور کردیا گیا ہے اور مجھے نصیحت کی کہ تم ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہا کرو۔آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا بیشک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو مسلمان شخص میرے مدرسہ کے کسی دروازے سے بھی گذرے گا تو میں اس کے عذاب میں تخفیف کردوں گا۔(بہجۃ الاسرار)

مدرسہ کی گھاس اور کنواں: ایک دفعہ آپ کے عہد میں بغداد شریف میں مرض طاعون ظاہر ہوا اور اس نے اس قدر زور پکڑا کہ ہر روز ہزار ہزار آدمی اور عورتیں مرنے لگے۔لوگوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اس مصیبت اور پریشانی کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے مدرسہ کے اردگرد جو گھاس ہے اس کو رگڑ کر اوپر لگاؤ اور اسی کو کھاؤ اللہ تعالی بیمار لوگوں کو اس سے شفا دے گا۔نیز فرمایا: جو شخص مدرسہ کے کنویں کا پانی پئے گا اس کو بھی شفا حاصل ہوگی لوگوں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو ان کو شفا کامل حاصل ہوگئی پھر اس کے بعد دوبارہ آپ کے عہد میں طاعون کی وباء قطعانہ آئی۔ (تفریح الخاطر)

اللہ اسی کے لئے دافع البلاء ہے جو اس کی مخلوق کے لئے دافع البلاء ہو: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَـنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ جس نے کسی مومن کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالی اس کی آخرت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور فرمادے گا۔(مسلم حدیث ۲۶۹۹ مشکوۃ ۲۰۴)

حضرت ابو ہریرہ کا عقیدہ ﴿اللہ اسی کی مدد کرتا ہے جو اس کی مخلوق کا مددگار ہو﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ﴾
اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(مسلم حدیث ۲۶۹۹ مشکوۃ ۲۰۴) معلوم ہوا کہ بندہ بندے کی مدد کرسکتا ہے اور مخلوق سے مدد مانگنا بھی جائز ہے۔

حضرت ابن عمر کا عقیدہ ﴿اللہ اسی کا حاجت روا ہے جو اس کی مخلوق کا حاجت روا ہو﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ﴾
جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔(بخاری ۲۴۴۲ مسلم ۲۵۸۰ مشکوۃ)

حضرت انس کا عقیدہ ﴿مسلمان اپنے بھائی کا مددگار رہے﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا......﴾ تو اپنے بھائی کی مدد کر وہ ظالم ہو یا مظلوم اس نے عرض کیا اس کی مدد کروں گا اگر وہ مظلوم ہوا اگر وہ ظالم ہوا تو اس کی مدد کیسے کروں فرمایا اسے ظلم سے روک دو کہ یہ اس کی مدد ہوگی۔(بخاری ۶۹۵۲ مسلم ۲۲۵۵)
سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے مدد کرنے پر قادر نہیں ہے تو حضور ﷺ نے کیوں حکم دیا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو معلوم ہوا کہ مسلمان مددگار ہوسکتا ہے۔اسی طرح اولیاء کرام بھی مسلمانوں کے مددگار ہیں۔

حاجت روائی کرنے والے عذاب سے امن میں ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ اِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ اُولٰئِكَ الْآمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ اللہ کی کچھ مخلوق ایسی ہے جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے پیدا فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن ،ترغیب ۳۸۶۲)

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ　　تیرے لئے امان ہے　تیرے لئے امان ہے

کسی کی حاجت روائی کرنے کی فضیلت: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَهَبَ فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهُ كُتِبَتْ لَهُ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَاِنْ لَمْ تُقْضَ كُتِبَتْ لَهُ عُمْرَةٌ﴾ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کے لئے گیا اور اس کی حاجت پوری ہوگئی تو اس حاجت روا کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اگر حاجت پوری نہ ہوسکی تو اس کے لئے عمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔(جامع صغیر حدیث ۸۶۸۲)

حاجت روائی کرنے والے کے لئے دس سال کے اعتکاف کا ثواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ وَبَلَغَ فِيْهَا كَانَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ﴾ جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلا اور اس کی حاجت پوری کردی تو اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔(رواہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم،

ترغیب حدیث:۳۸۶۷) معلوم ہوا کہ مخلوق اللہ کے حکم سے حاجت روا بن سکتی ہے اس کو شرک کہنا نادانی اور تعلیم کی کمی ہے۔

مخلوق خدا کی حاجت روائی کرنا مسجد نبوی میں ایک ماہ کے اعتکاف سے پیارا عمل ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ وَلَاَنْ اَمْشِیْ مَعَ اَخٍ فِی حَاجَةٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَکِفَ فِی هٰذَا الْمَسْجِدِ شَهْرًا ﴾ اگر میں اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلوں تو یہ عمل مجھے اس مسجد یعنی مسجد مدینہ میں ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ پیارہ ہے۔ (رواہ الاصبہانی، ترغیب حدیث ۳۸۸۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ بس مخلوق خدا کی خدمت میں لگے رہو اور عبادت نہ کرو جیسا کہ کسی بے نماز کو کہا جائے کہ نماز پڑھو تو جواب ملتا ہے کہ گھر والوں کے لئے رزق کما رہا ہوں یہ بھی عبادت ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے رب تعالی نے ہم پر دو قسم کے حقوق واجب کئے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کی ادائیگی ضروری ہے اور دونوں کے بارے میں روز قیامت سوال ہوگا نمازیوں اور حاجیوں کو کہا جا رہا ہے کہ رب کی عبادت کے ساتھ مخلوق خدا کی حاجت روائی بھی کرنا اس کا بھی بہت بڑا اجر ہے اس عمل کو حقیر نہ سمجھنا بعض لوگ حج پہ حج عمرہ پر عمرہ کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے رشتہ دار ہمسائے ان کی امداد کے مستحق ہوتے ہیں جو محروم رہتے ہیں اور حقوق اللہ میں سے نماز ہے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ بندہ کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

مخلوق خدا کی حاجت روائی کرنا رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ قَضَی لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِی حَاجَةً یُرِیْدُ اَنْ یُسِرَّهُ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِی وَمَنْ سَرَّنِی فَقَدْ سَرَّ اللهَ وَمَنْ سَرَّ اللهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ﴾ جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اس سے اس کی خوشی چاہتا ہو تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (رواہ البیہقی، مشکوۃ ۴۹۹۶ کتاب الادب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں: اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک عمل سے مومن کو راضی کرنے اور مومن کی رضا کے ذریعہ رسول اللہ کو راضی کرنے کی نیت کرنا شرک نہیں ریا نہیں بالکل جائز ہے جب کہ اپنی نمود اور ناموری مقصود نہ ہو دوسرے یہ کہ خدا کی رضا صرف حضور کی رضا میں ہے بڑی سے بڑی نیکی جس سے حضور راضی نہ ہوں اس سے خدا ہرگز راضی نہ ہوگا لہذا ہر عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی آپ کا تقرب چاہنے کی نیت کرنا چاہئے کہ یہ ذریعہ ہے رب کی رضا کا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت رب کی خوشنودی سے ملے گی محض اپنے عمل سے نہیں۔ (مراۃ ۶/۳۹۴)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق، مخلوق کی حاجت روا بن سکتی ہے اور حاجت روائی کرنے والے اللہ و رسول کے محبوب ہیں اور جنت کے مستحق ہیں۔ اگر کسی کو حاجت روا سمجھ کر اس سے حاجت طلب کرنا ناجائز ہوتا تو حاجت طلب کرنے والا اور حاجت پوری کرنے والا ہرگز جنت میں داخل نہ ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ وہابیوں کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے کی ضد ہے اور ان کا عقیدہ خود ساختہ ہے قرآن و حدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں یاد رہے اس حاجت روائی سے بندہ مومن کو خوش کرنا چاہتا ہو محض ایمانی رشتہ کی بنا پر کسی دنیاوی وجہ سے نہیں اور حاجت بھی جائز ہو اور ناجائز

حاجت پوری کرنا گناہ اور گناہ پر تعاون کرنا حرام ہے۔﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۃ المائدہ آیت:۲)

حاجت روا، مشکل کشا بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ مَشَى فِي حَاجَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهُ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً وَمَحَا عَنْهُ سَبْعِيْنَ سَيِّئَةٍ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ مِنْ حَيْثُ فَارَقَهُ فَإِنْ قُضِيَتْ حَاجَتُهُ عَلَى يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَإِنْ هَلَكَ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلا تو اللہ تعالی اس حاجت روا کے لئے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے اور ستر گناہ مٹاتا ہے یہاں تک کہ اس جگہ واپس لوٹے جہاں سے چلا تھا اور اگر اس کے ہاتھ پر اس کی حاجت پوری ہوگئی تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جیسا آج ہی پیدا ہوا ہو اور اگر وہ حاجت روا اس دوران فوت ہوگیا تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگیا۔ (ترغیب از امام منذری حدیث:۳۸۷۲ کتاب البر والصلہ)

اس حدیث سے تین فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ کسی کی حاجت پوری کرنا بڑے اجر کا باعث ہے، دوسرا یہ کہ مخلوق اللہ کی عطا سے حاجت روا ہو سکتی ہے لیکن حقیقی حاجت روا اللہ تعالی ہی ہے کیونکہ وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن بندہ دوسروں کا حاجت روا ہو کر بھی اللہ کا محتاج ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ کے محبوبوں کا فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی اس حاجت روا کے لئے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے،، حالانکہ لکھنا کام فرشتوں کا ہے اللہ کا نہیں ہے لیکن چونکہ وہ باذن اللہ یہ کام کرتے ہیں اس لئے ان کا یہ کام اللہ کا کام ہے تو اسی طرح ہم کہہ سکتے فرشتوں کی مدد اللہ کی مدد ہے رسول اللہ کی مدد اللہ کی مدد ہے رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے۔ یہ شعر بالکل صحیح ہے

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

کیونکہ رسول اللہ کا کرم اور اللہ کا کرم کوئی دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں ایک ہی چیز ہے جیسے یہ شعر

؎ سرکار نے بلا کر مدینہ دکھا دیا — ہوگئی مجھے نصیب شفاعت رسول کی ﷺ

لوگ کہتے ہیں اس طرح نہ کہو کہ سرکار نے بلایا یہ تو شرک ہے کہو اللہ نے بلایا جاہل توحید کو نہ سمجھ سکے کہ سرکار کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے قرآن وحدیث میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے

علامہ اقبال نے کہا:

بیاں میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے — تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے

حضرت عبداللہ بن مسعود کا عقیدہ ﴿حج سے گناہ اور فقر دور ہوتے ہیں﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ ملا کر کرو کہ ﴿فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ﴾ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ (ترمذی حدیث:۸۱۰ نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ حدیث:۲۵۲۴ کتاب المناسک

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں: قران یا تمتع یا حج اور عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہٖ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ و فقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اُسے حج و عمرہ کی طرف نسبت کیا گیا کہ یہ اس کا سبب ہے، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کرتے ہیں ﴿أَغْنَاهُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (سورۃ التوبہ آیت:۷۴) مراۃ جلد۴ ص:۹۵)

حج وعمرہ ایک عمل اور مخلوق ہے اور کہہ سکتے ہیں حج اور عمرہ فقر اور گناہ دور کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیوں نہیں کہہ سکتے کہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کا بڑا فضل وکرم ہے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں سرکار نے بلا کر مدینہ دکھا دیا ہوگئی مجھے نصیب شفاعت رسول کی ﷺ
اقبال نے کہا تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَحْلُوا الْبَصَرَ ﴾ اثمد سرمہ استعمال کرو یہ آنکھوں کی روشنی تیز کرتا ہے۔(ترمذی حدیث: ۱۷۵۷، مشکوۃ ۴۴۷۲ کتاب اللباس باب الترجل)

اگر سرمہ جو ایک ادنی مخلوق ہے اس کی طرف آنکھوں کی روشنی تیز کرنے کی نسبت جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف کرم کی نسبت ناجائز اور شرک کیسے ہوسکتی ہے لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

حضرت انس کا عقیدہ ﴿حضرت جبریل دعائیں قبول کرتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک بندہ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب تعالی جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے۔
﴿لا تُجِبْهُ فَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ صَوْتَهٗ﴾ اس کی دعا قبول نہ کر میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب بندہ فاجر دعا کرتا ہے تو رب تعالی فرماتا ہے

﴿يا جِبْرِيلُ اِقْضِ حَاجَتَهٗ فَاِنِّي لا اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ صَوْتَه﴾

اے جبریل اس کی حاجت پوری کردے میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔(رواہ ابن النجار) دین وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

حضرت عتبہ بن غزوان اور حضرت ابن مسعود کا عقیدہ ﴿یا علی یا غوث کے نعرہ کا جواز﴾

حضرت عتبہ بن غزوان اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِذَا ضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا وَاَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُونِي يا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُونِي يا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُونِي فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لا يَرَاهُمْ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔(رواہ الطبرانی وابن السنی، کتاب الاذکار از امام نووی، ہدیۃ المہدی از علامہ وحید الزماں غیر مقلد ص: ۲۷) الامن والعلی ص ۲۵۴)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نعرہ حیدری اور نعرہ غوثیہ لگانا یا علی مدد یا غوث اعظم کہنا بالکل جائز ہے اسلئے یہ بات یاد رہے کہ نعرہ حیدری نعرہ تحقیق یا نعرہ خلافت کے بعد لگے گا قرآن میں یہی ترتیب ہے نبیوں کے بعد صدیقوں کا مقام ہے پھر شہیدوں کا۔ اگر ہم اس ترتیب کو چھوڑ کر نعرہ رسالت کے بعد نعرہ حیدری لگائیں تو عملی طور پر ہم نے شیعوں کا عقیدہ خلافت بلافصل والا قبول کرلیا۔

حضرت عبادہ کا عقیدہ ﴿اولیاء کرام کی طفیل بارش اور امداد ملتی ہے﴾

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْاَبْدَالُ فِي اُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَ بِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ﴾ ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب سے تم پر مینہ برستا ہے انہیں کے باعث

تمہیں مدد ملتی ہے۔(رواہ الطبرانی بسند صحیح، ہدیۃ المہدی از علامہ وحید الزماں غیر مقلد ص:۲۷) الامن والعلی ص ۵۷)

حضرت علی کا عقیدہ ﴿اولیاء کرام دافع البلاء حاجت روا ہوتے ہیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے ﴿يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ ويُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ ويُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ﴾ انہیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سبب دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہیں کے باعث اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔اور ایک روایت میں ہے ﴿ وَيُصْرَفُ عن اَهْلِ الارضِ الْبَلاءُ وَالْغَرَقُ﴾ اور انہیں کے سبب اہل زمین سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے۔ وفی روایۃ وبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ انہیں کے وسیلہ سے رزق ملتا ہے۔(رواہ احمد بسند صحیح، ابن عساکر، طبرانی فی الکبیر)

حضرت انس کا عقیدہ ﴿مخلوقِ خدا کے غوث اور مددگار کے لئے تہتر بخششوں کا انعام﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللهُ لَهُ ثَلاثًا وَسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهِ كُلِّهِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ لَهُ دَرَجَاتٌ يَومَ الْقِيَامَةِ ﴾ جو کسی غمگین کی مدد کرے اس کی فریاد کو پہنچے اس کے لئے اللہ تعالیٰ تہتر (۷۳) بخششیں لکھتا ہے جن میں سے ایک تو اس کے لئے تمام کاموں کی درستی ہے اور بہتر بخششیں اس کے قیامت کے دن درجات ہوں گے۔(رواہ البیہقی، مشکوۃ ۴۹۹۶ کتاب الادب باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق) اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے لئے لفظ غوث شرک و بدعت نہیں حدیث پاک سے ثابت ہے لفظ غوث کو شرک کہنے والے مفتی بننے سے پہلے مطالعہ میں وسعت پیدا کریں۔

حضرت فاروق اعظم کا عقیدہ ﴿فاتح مصر کو تین بار یا غَوْثَاہ کہا﴾

خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا ''عام الرمادہ،، نام رکھا گیا یعنی ہلاک وتباہی جان و مال کا سال امیر المومنین نے عمرو بن العاص کو مصر میں فرمان بھیجا ﴿ سلام اما بعد فَلَعَمْرِيْ يا عَمرُو ما تُبَالِي اِذَا شَبِعْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ اَنْ اَهْلِكَ اَنَا وَمَنْ مَعِي فَيَا غَوْثَاهُ ثُمَّ يا غَوْثَاهُ يُرَدِّدُ قَوْلَهُ﴾ سلام کے بعد واضح ہو کہ مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پروا نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں ارے فریاد کو پہنچ،ارے فریاد کو پہنچ اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا حضرت عمرو نے جواب تحریر فرمایا: سلام کے بعد معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس حضور پر سلام اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔(ابن خزیمہ والحاکم والبیہقی عن اسلم مولی عمر، الامن والعلی ص:۲۶۰) امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ معلوم ہو گیا کہ مخلوق کو یا غوث کہہ کے پکارنا اور دور سے پکارنا بھی جائز ہے جو عقیدہ صحابہ کرام کا وہی عقیدہ ہم سب اہل سنت کا اور جو ہم پر فتوی لگائے گا اس کا فتوی ہم پر نہیں صحابہ کرام پر ہوگا اگر شیعہ صحابہ کی گستاخی کریں تو کافر اور وہابی صحابہ کے عقائد کو شرک کہہ کر صحابہ کی گستاخی کریں تو یہ شیعوں کے بھائی کیوں نہیں ہو سکتے

سردار وہابیہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد کا فیصلہ ﴿یارسول اللہ یا علی اور یا غوث کہنا جائز ہے﴾

دعا کے دو معنی ہیں شرعی اور لغوی: دعا شرعی عبادت ہے جیسا کہ نماز تو یہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے اور یہی ان آیات میں مراد ہے جن میں لفظ دعا وارد ہوا ہے اور دعا لغوی ندا کے معنی میں ہے تو یہ مطلقا غیر اللہ کے لئے جائز ہے خواہ زندہ کو پکارا جائے یا فوت شدہ کو برابر ہے(۱) نابینا کی حدیث میں ہے ﴿یامحمد اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلَى رَبِّي﴾ (۲) دوسری حدیث میں ہے ﴿يا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُونِي ﴾ (۳) حضرت ابن عمر کا

پاؤں سن ہوگیا تو انہوں نے کہا وا محمداہ (۴) جب روم کے بادشاہ نے مسلمانوں کو نصرانیت کی دعوت دی تو انہوں نے شہادت سے قبل کہا ﴿یا محمداہ﴾ اگر پکارنے والا دور سے پکارے اور اس کی محبت میں وارفتہ ہو جیسے عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر متصور کر کے پکارتا ہے اور پکارنے والا کوفہ میں اور وہ بصرہ میں ہو تو اس سے وہی ظاہر ہوتا ہے جو عوام الناس کہتے ہیں یعنی یا رسول اللہ، یا علی ، یا غوث تو اکیلی اس ندا سے ان پر شرک کا حکم نہیں دیا جائے گا اور کیسے دیا جا سکتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو ﴿یا فلان بن فلان﴾ کہہ کر پکارا تھا۔(ہدیۃ المھدی اردو ص ۴۹-۵۰ عربی)

وہابی شاعر الطاف حسین حالی صاحب یوں دربار رسالت میں فریاد کرتے ہیں

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اگر وصال کے بعد کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو دیوبندیوں کی خیر نہیں

دیوبندیوں کے حکیم اشرف علی تھانوی صاحب حضور ﷺ سے یوں مدد طلب کرتے ہیں:

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِىْ — اَنْتَ فِى الإضْطِرَارِ مُعْتَمَدِىْ

اے بندوں کی شفاعت فرمانے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری آخری اُمید گاہ ہیں

لَيْسَ لِى مَلْجَاَ سِوَاكَ أَغِثْ — مَسَّنِى الضُّرُّ سَيِّدِىْ وَسَنَدِىْ

آپ ﷺ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماوی نہیں، اے میرے آقا میری فریاد سنیئے میں تکلیف میں مبتلا ہوں (نشر الطیب)

بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی یوں استغاثہ پیش کرتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصیدہ بہاریہ)

مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس استغاثہ پیش کرتے ہیں

یا محمد مصطفی ﷺ فریاد ہے — اے حبیب کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(جاری ہے ان شاء اللہ عزوجل)

......☆☆☆......

اظہار تعزیت

مورخہ 23 جولائی بروز جمعۃ المبارک کو جناب خواجہ ناصر رحمان مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. مرحومہ نہایت پارسہ خاتون تھیں۔انہوں نے اپنی تمام عمر ذکر و فکر میں گزاری۔دنیا سے جاتے وقت بھی ان کی زبان پر کلمے شریف کا ورد جاری تھا۔مرحومہ کو ان کی خواہش کے مطابق دھرتی خواجہ فرید علیہ الرحمہ کوٹ مٹھن شریف میں دفن کیا گیا۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔بالخصوص ادارہ الحقیقہ و شیران اسلام جناب خواجہ ناصر رحمان مدظلہ اور اس کے اہل خانہ کے شریک غم ہے۔ (ممنون آسوی)

تبلیغ دین اور اشاعت کا طریقہ

سیدی ومرشدی، شمس العرفاء، بدرالاولیاء حضور مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی ؒ علیہ الرحمہ کے عرس پاک کی مناسبت سے پیش خدمت ہے

﴿سعید آسوی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'خلافت' کا اصل مقصود تبلیغ دین ہے، بظاہر تبلیغ کے لئے تحصیلِ علم اور 'زورِ خطابت' یا 'زورِ قلم' کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں اور یوں 'خلافت واجازت' کا یہ سلسلہ چنداں اہم محسوس نہیں ہوتا، مگر اہل طریقت کے ہاں یہی سب سے اہم چیز ہے۔ علماءِ کرام اور صوفیاء عظام کے انداز تبلیغ میں خاص فرق ہے۔ اول الذکر 'اہل ظاہر' کا گروہ ہے اور ان کی تبلیغ بھی 'ظاہر' سے شروع ہوتی ہے۔ دوسرا گروہ 'اہل باطن' کا ہے اور ان کی تبلیغ باطن سے ظاہر کی طرف آتی ہے۔ 'باطن' والے انسان کے اندر انقلاب لا کر، اسکے جذبات وخیالات کی مکمل 'تطہیر' کا بندوبست پہلے کرتے ہیں پھر اسے 'تبلیغ' پر روانہ کرتے ہیں۔ قرآن بھی کردار کی تعمیر کو مبلغ کیلئے شرط اولیں کا درجہ دیتا ہے، فرمایا

یا یھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون o کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون o (الصف: پ ۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی ناپسند ہے اللہ کو یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

دور حاضر میں عموماً تبلیغ کے بے اثر ہونے کا رونا رویا جاتا ہے اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اب یہ کام 'اکثر اللہ' سے نہیں 'تنخواہ' سے متعلق سمجھا جانے لگا ہے اور جسم وجاں پر 'خوف حق' کے بجائے 'خوف غیر حق' مسلط ہو گیا ہے۔ جبکہ اس منصب کے زیادہ اہل وہ ہیں جو 'اللہ اکبر' سے لو لگا کر تمام عارضی قوتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور شہنشاہ حقیقی کے فقیر بن کر "دارا وجم" کے جاہ ومال کو ہیچ سمجھتے ہیں۔

المختصر! تبلیغ کیلئے حق گوئی کی ضرورت ہے اور اسکی بنیاد ہے تعمیر وتطہیر کردار۔ اولیائے کرام، خلافت یا اجازت تبلیغ اسی کو دیتے ہیں جسکے کردار کی اصلاح وتکمیل ہو جائے۔ مگر تبلیغ کے لئے حق گوئی کے علاوہ 'حکمت' بھی ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ (النحل: پ ۱۴)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

حکمت اور موعظۃ الحسنۃ سے کیا مراد ہے؟ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اسکی تشریح میں فرماتے تھے کہ 'میرے نزدیک حکمت یہ ہے کہ ماحول کا خوب جائزہ لے کر، حسن تدبیر کے ساتھ تبلیغ کی راہ متعین کی جائے اور اچھی نصیحت (موعظۃ الحسنۃ) سے مراد ایک مناسب طرز گفتگو ہے۔

بقول اقبالؒ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز

یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

بعض حضرات عمل وتقویٰ کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ طبعاً درشت ہوتے ہیں، حق گوئی کا جوش انہیں لوگوں کی پردہ دری پر اکساتا ہے، چنانچہ ایسے مبلغ کا طرز بیان بہت سے فتنوں کا موجب اور تعمیر کے بجائے تخریب کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

کوئی کاررواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کاررواں میں نہیں خوئے دلنوازی

اصل بات یہ ہے کہ رحمت کائنات ﷺ کے غلاموں کو 'زحمت' کی بجائے 'رحمت' کا پیغام ہونا چاہئے۔ انہیں گالیاں سن کر دعائیں [1] دینے اور پتھر کھا کر پھول [2] برسانے کی سنت پر عمل کرنے کیلئے بھی تیار ہونا چاہئے۔

اولیاء کرام نے کس طرح تبلیغ کی، ہر حالت میں کلمہ حق کہہ کر، بھوکوں کو کھانا کھلا کر، بیماروں کو شفایاب کر کے، اہل حاجات کی حاجات پوری کر کے، غرباء ومساکین کی معاونت کر کے۔

ہمارے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کا انداز تبلیغ بھی یہی تھا۔ میخوار آتے رہے، جام معرفت کے نشے چڑھتے رہے، زنگ اترتے رہے، بگڑے سنورتے رہے۔ مسجدیں بن رہی ہیں، مدرسے تعمیر ہو رہے ہیں، علم پھیل رہا ہے، فیض لٹ رہا ہے، بیماریوں کا علاج کیا جا رہا ہے، حاجتمندوں کی حاجتیں پوری ہو رہی ہیں، بیواؤں کی مدد کی جا رہی ہے، غریبوں میں رشتہ داریاں قائم ہو رہی ہیں، یتیم پالے جا رہے ہیں۔ لنگر جاری ہے، تعویذ دیئے جا رہے ہیں، نامراد بامراد ہو کے جا رہے ہیں، پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں دور کی جا رہی ہیں، یہ ہے تبلیغ کا وہ اسلوب جو طریقت کا نچوڑ ہے۔

بقول شیخ سعدیؔ

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

حضور خلق خدا کو راہ حق کی طرف بلانے کے جذبے سے سرشار تھے۔ اور دنیا کی کوئی مصلحت یا حالات کی کوئی تبدیلی آپ کے جوش تبلیغ میں حائل نہ ہوسکتی تھی اور جوانی سے پیری تک تمام تر توانائیاں توحید کے انوار پھیلانے اور آوارگان کوئے ضلالت کو نور ہدایت سے منور کرنے میں صرف کر دیں۔ غلبۂ دین حق کی بحالی، احیائے دین، تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور نوجوانان ملک وملت کی اصلاح کردار کے لئے آپ نے ایک عظیم تنظیم 'شیران اسلام' قائم کی جبکہ علمی وفکری جہاد کے لئے ماہنامہ 'الحقیقہ' کا اجرا کیا۔ جنہوں نے قلیل سے وقت میں عظیم الشان تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے۔ (تفصیل ایک علیحدہ عنوان کے تحت آگے آئے گی)

آپ کلمۂ حق کہنے میں نہایت بیباک تھے۔ اس کا ثبوت وہ اداریئے ہیں جو آپ نے 'مجلۃ الحقیقہ' میں لکھے۔ سیاسی حکمرانوں اور چند نام نہاد مذہبی لیڈروں کے غلط کاموں پر ان کی سخت سرزنش کی۔ لوگوں نے کہا۔ آپ زیر عتاب آسکتے ہیں، ڈرایا دھمکایا گیا، حملوں کی منصوبہ بندی بھی ہوئی، لیکن اس مرد قلندر کا ایمان افروز جواب یہ تھا "میری زندگی کے جو چند دن رہ گئے ہیں، (یہ بھی) رسول پاک ﷺ کے دین کی عزت وناموس کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کو ذبح کیا جا رہا ہو اور میں بے غیرت بنا دیکھتا رہوں، ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے"

---

[1] سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں — سلام اس پر جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
[2] ہیں دعائیں سنگِ دشمن کے عوض — کس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

فخر العلماء حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پیرانہ سالی میں آپ کے جہاد بالقلم کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

''مولانا موصوف (حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ) کی عملی وروحانی طاقت کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ بظاہر اتنی کمزوری وضعیفی اور بیماری کے باوجود وہ رسالہ لکھتے وقت بالکل جوان نظر آتے ہیں۔ ماشااللہ نظم ونثر میں اتنے طویل مضامین لکھتے ہیں اور عملی وتاریخی دلائل وحوالہ جات کا ذخیرہ پیش کرتے ہوئے انہیں کوئی تھکن، رکاوٹ اور بیماری وکمزوری سدِّ راہ نہیں ہوتی۔ بلاشبہ یہ ان کی روحانیت وکرامت ہے۔

حضور کا یہ اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ آپکی حیات مقدسہ کے دور آخر ہی کا عنوان جلی نہیں بلکہ عنفوانِ شباب ہی سے حق کی سربلندی کا جنون غالب تھا جبکہ دشمنانِ دین وملت کے لئے یہ سب بار گراں تھا۔ چنانچہ بارہا انکے انتقام کی زد میں آئے۔ مثلاً

۱۹۷۵ء میں شکرگڑھ میں ایک رافضی مجسٹریٹ متعین تھا۔ اسے آپ سے خداواسطے کا بیر تھا۔ بظاہر وجہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا ذکر اپنے مذہب کے مطابق کرتے تھے اور اسے یہ برداشت نہیں تھا۔ سوشلسٹ حضرات بھی اس کے اتحادی تھے، ان سب نے آپ کو تنگ کرنے کی ٹھان لی۔ آپ نے رمضان المبارک کے ایک خطبہ جمعہ میں تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ'' قرآن حکیم نے مسلمانوں کو عدل وانصاف کی عظمت بھی هُوَ اَقرَبُ للتقویٰ (یعنی عدل وانصاف سے زیادہ قریب ہے۔ سورہ مائدہ کے الفاظ سے بیان فرمائی ہے اور حکم یہ ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز ناانصافی کا مجرم نہ بنادے۔ آج ہم عدل وانصاف کے بجائے برادری، پیشہ یا کوئی اور ایسا تعلق ملحوظ رکھتے ہیں، کوئی راجپوت برا کرے تو راجپوت اسکا ساتھ دیں گے۔ گوجر گناہ کرے تو باقی گوجر اسکی حمایت کریں گے، استاد غلطی پر ہو تو اساتذہ اسے ٹوکنے کی بجائے اسکے ہمنوا بن جائیں گے اور وکیل غلط کرے تو وکلا اسکی وکالت کریں گے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے'' مقدمہ بنانے والوں نے یہ گھڑ لیا کہ سب جج حرام کھاتے ہیں اور سب وکیل جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی منصوبہ بنایا کہ عین خطاب جمعہ کے وقت پیشی کے لئے دستخط کرائے جائیں تاکہ غصے میں آکر آپ سخت الفاظ کہیں جو قانون کی زد میں آتے ہوں اور پھر نیا مقدمہ بنایا جائے۔ لیکن ہوا یوں کہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے کسی کام کے لئے آپ کو لاہور بھیج دیا جبکہ خطبہ جمعہ کے لئے انہوں نے اپنے ایک اور مرید ڈاکٹر محمد ادریس اللہ بھٹی کی ڈیوٹی لگادی۔ اسطرح پہلی سازش تو یوں ناکام ہوئی۔ دوتین دن کے بعد آپ کی واپسی ہوئی تو صورتحال سے آگاہی ہوئی۔ شیخ کریم علیہ الرحمہ سے دعا کرائی۔ ارشاد ہوا 'انشاء اللہ ٹھیک ہوگا'۔ اپنے دعوی میں مخالفین نے آپ کے خطاب کی جو تاریخ لکھی تھی، وہ غلط تھی۔ مجسٹریٹ نے اپنے انصاف کا ڈھونگ رچاتے ہوئے اس مقدمہ کو خارج کردیا۔ اب آپس کے صلاح مشورے سے انہوں نے دوہرا اور دوسرا مقدمہ تیار کیا۔ یعنی ایک اسی مجسٹریٹ کے پاس اور ایک جج صاحب کے ہاں۔ انہوں نے پہلی تاریخ پر ہی خارج کردیا۔ مجسٹریٹ چونکہ بدلہ لینا چاہتا تھا اسلئے اس نے مقدمہ جاری رکھا۔ مقدمہ دائر کرنے والا بھی وکیل تھا اور اسکا حمایتی ایک اور وکیل تھا۔ دوسرے وکیل کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے اور اسکی وکالت خلاف قانون قرار دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد مجسٹریٹ کے بھی بعض اختیارات سلب کرلئے گئے۔

قابلِ ذکر بات یہی ہے کہ ایک شخص جو چند سال سے بے خوف وخطر وکیل بنا ہوا ہے اور اس کے وہم میں بھی پکڑے جانے کا خدشہ نہیں تھا، آخر اچانک ایسا کیوں ہوا، خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات

بادردکشاں ہر کہ درافتاد، برافتاد

انہی دنوں آپ سکول سے کالج پہنچ گئے ۔ایک ہی وقت یہ ترقی اور وہ تنزل سامان حیرت ہے۔ چوہدری سکندر حیات پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور کہا کرتے تھے کہ یہ (promotion) ترقی اور (demotion) تنزل یقیناً عجیب ہے۔

عمر عزیز کے آخری چند سال بوجہ علالت کہیں آنا جانا اگرچہ تقریباً مفقود تھا تاہم پھر بھی آستانہ عالیہ سے نکل کر ایسی جگہ ضرور تشریف لے جاتے جہاں آپ محسوس کرتے کہ میرے جانے سے لوگوں کے ایمان بچیں گے، انکے عقیدوں میں پختگی آئے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس سفر کے باعث کئی روز آپکی طبیعت مبارکہ ناساز رہتی۔ ڈاکٹرز چیخ اٹھتے، حضور آرام فرمائیں وگرنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے، آپ کا جواب ہوتا

''رسول اللہ ﷺ توں صدقے جان میری ایہہ فانی زندگی قربان میری''

حضور کے ان تبلیغی دوروں کے اثرات آج تک نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جن دیہات میں حضور کا پھیرا تھا، آج بھی وہاں وہ لوگ نظر آتے ہیں جن پر شریعتِ حقہ کا گہرا رنگ چھایا ہوا ہے۔ گویا

کہہ دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

آپ کا کلام دل نشین اور آپ کا خطاب دلنواز ہوتا تھا۔ علمی وفکری مشکلات میں الجھے ہوئے ذہن آپ کو دیکھ کر پکار اٹھتے تھے

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اور اگر کوئی بات آپ سے سن پاتے تو گویا عین الیقین کی سی کیفیت ہوتی۔

حضور قبلۂ عالم قدس سرہ کی صحبت بابرکت کا شرف پانے والے سیدھے سادے لوگ بھی بعض دفعہ ایسی ایسی دقیق باتیں کرتے ہیں کہ علماء و فضلاء تک انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں۔ مثلاً محمد سرور صاحب (کسراج) شعبہ ٹرانسپورٹ سے منسلک، سخت دنیادار اور سفیدان پڑھ آدمی تھے۔ حضور کی غلامی میں آنے کے بعد چہرہ سنت مصطفیٰ ﷺ سے بھی روشن ہوگیا اور نماز پنجگانہ ہی نہیں تہجد کے بھی پابند ہوگئے۔ نیز زہد وتقویٰ یہاں تک بڑھا کہ سخت گرمیوں میں بھی روزے رکھتے اپنے شیخ کی غلامی وصحبت کی بدولت ایسا خدا کا کرم تھا کہ اپنے سیدھے سادے انداز میں اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے تو اچھے خاصے پڑھے لکھے اور مولوی حضرات متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔

نہیں فقر وسلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپاہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی

المختصر! حضور کی خدمت اقدس میں کثرت سے حاضری دینے والے اور مستقل رہنے والے درویشوں کی یہ صورتحال تھی کہ آپکے طرز عمل اور تعلیم سے شریعت مطہرہ سے خاصی واقفیت حاصل کر لیتے اور عام مولویوں سے زیادہ فہم دین رکھتے اور مسائل شریعہ سے آگاہ ہوتے تھے۔ اس مستی نگاہ سے مخمور ہونے والے ایک دو نہیں، ہزاروں کی تعداد میں ہیں، کوئی کس کس کا نام گنوائے اور متعدد ایسے بھی ہیں جنکا اس خادم بارگاہ کو علم نہیں ۔ بہر حال ان سب نے اپنے اپنے حلقے کے اندر قابل تحسین دینی کاوشیں کیں اور لاتعداد کو ایمان ویقین سے وابستہ کیا۔

سیدی ومرشدی حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ تبلیغ کے معاملے میں شہر ہوں یا دیہات ملک کے طول وعرض کو یکساں فیضیاب کرتے رہے۔ بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے فیض کی کرنیں پہنچیں۔ مکہ شریف اور مدینہ منورہ کی مختصر حاضری کے دوران عظیم الشان تبلیغی فتوحات میسر آئیں۔ اسی طرح امریکہ، سپین، ڈنمارک، جرمنی، انڈیا، برطانیہ، لیبیا، تاجکستان، ترکی اور متعدد دیگر ممالک میں آپ کے تربیت یافتہ تلامذہ اور مریدین نے بہتیرے دینی کارنامے سرانجام دیئے۔

حضور علیہ الرحمہ کی تبلیغ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ حاضر بارگاہ ہونے والے کو اسکی ضرورت کے مطابق خود کوئی کتاب عطا فرمادیتے۔ بعض دفعہ لینے والے خود بھی اس ضرورت وحکمت سے پوری طرح آگاہ نہ ہوتے۔ مثلاً ایک مرتبہ اس عاجز کو جبکہ یہ طالبعلم تھا (اور چندروز ہوئے حاضری کا آغاز ہوا تھا) حضور نے دوصدروپیہ عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ 'لاثانی بک سنٹر' (شکرگڑھ) پہ جا کر 'جاء الحق' لیکر مطالعہ کرو۔ کتاب تو کوئی بھی لی جاسکتی تھی خصوصیت کے ساتھ اسی کا حکم قدرے تعجب کا موجب تھا۔ لیکن بعد میں یہ صورت بنی کہ کثرت کے ساتھ غیر مقلدین و دیوبند حضرات سے نوک جھونک شروع ہوگئی، تب یہی کتاب اور اس طرز کی دیگر عطا کردہ کتب ہی نے ہر موقع پر ان کو شرمسار کرنے میں مدد دی اور ایک مخصوص کتاب کے مطالعے کی حکمت واضح ہوگئی یونہی وقتاً فوقتاً مریدین ومتوسلین میں ان کے حسب حال کتب کی تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا۔

یہ بات پہلے بھی بیان کردی گئی ہے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنے مرشد ذی وقار حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی طرف سے نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، نظامی، صابری تمام سلاسل میں بیعت لینے کی اجازت تھی مگر آپ نے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی اور اپنے دوسرے مشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زیادہ رواج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دیا۔ تاہم وہ لوگ جن کو دیگر سلاسل سے طبعی مناسبت ہوتی، وہ بھی دراقدس سے محروم نہ لوٹتے۔ وہ حضرات جو کسی بھی الجھن سے دوچار ہوتے، قبلہ عالم قدس سرہ کی ایک نگاہ کرم سے فیض پاجاتے۔ آپکی بدولت ہزراروں کی تعداد میں خلق خدا طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئی۔ اس طریق میں مخلوق میں رہ کر خالق کی طرف متوجہ ہونے کی تربیت دی جاتی ہے۔ 'افشاء' کی بجائے 'اخفاء' کو بہتر سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے حقوق العباد پورا کرنے کے ساتھ ساتھ رب العباد کی رضا حاصل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے یعنی

ہتھ کار وَل　　　　دل یار وَل

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا تربیت یافتہ غلام اپنی عبادت کی کثرت اور زُہد کی فراوانی کے باوجود اسکا اعلان نہیں کرتا یا اسے ظاہر نہیں ہونے دیتا بلکہ زمانے کی نظروں سے چھپاتا ہے اور دنیا میں ایک عام شخص کی مانند رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔

آپ کا فیضان محض مریدین تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ دیگر آستانوں کے وابستگان نیز اور مشائخ کے متعلقین بھی آپ کے فیضان روحانی و فکری سے محروم نہ رہتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں تعصب نہیں ہے (پیر سید عابد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے)۔ ہم چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی سب کو مانتے ہیں۔ کوئی شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے بارے میں بکواس کرے اور ایک سہروردی چپ رہے، ہم جواب دیں تو اصل سہروردی وہ نہیں ہم ہیں۔ کوئی بدبخت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے بارے میں کچھ کہے اور چشتی کو غصہ نہ آئے اور ہمیں آئے تو اصل چشتی وہ نہیں ہم ہیں۔

......☆☆......

تازیانہ عبرت کس کے لیے؟ فیصلہ کیجئے

(قسط نمبر:2)

......☆ ابو اُسامہ علامہ ظفر القادری بکھروی (واہ کینٹ) ☆......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاصہ کیا ہے؟

خاصہ اور خصوصیت کیا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' طبع فرید بک ڈپو دہلی انڈیا صفحہ نمبر ۲۷۶ پر ہے:

''الخاص ''۔فا۔ عام کی ضد۔ یکتا۔ تنہا۔ الخاصّۃ۔ عامۃ کی ضد خود اپنے لیے خاص کی ہوئی چیز

الخصوص والخصوص۔ علیحدگی خصوصیت۔ گویا عموم کا مقابل خَصَّصَ۔ خاص کرنا۔ مخصوص ہونا۔ منفرد ہونا۔

تَخَصَّصَ۔ بالشئی۔ مخصوص ہونا۔ منفرد ہونا قلا تًا بالشئی۔ خصوصیت دینا۔ خاص کرنا۔ کہا جاتا ہے

خَصَّہٗ بالود۔ اس نے اسی سے محبت کی (خصوصاً) الشئی۔ خاص ہونا الشی ءَ لنفسہ کسی شے کو اپنے لیے مخصوص کرنا یا چن لینا۔

لغت کی ہر کتاب میں اس کے معنی یہی درج ہیں۔

مسئلہ کو مزید آسان الفاظ میں سمجھنے کے لیے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی ہیں، رسول ہیں، مرسلین میں سے ہیں۔ یہ سب آپ ﷺ کی فضیلتیں ہیں لیکن آپ کے خصائص نہیں۔ کیونکہ نبوت رسالت ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بہت سے نبی ورسول ہیں۔ مگر آپ ﷺ کا امام الانبیاء ہونا آپکی خصوصیت ہے، آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا خصوصیت ہے، آپ ﷺ کا سید المرسلین ہونا آپ کی خصوصیت ہے، آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ فضیلت اور خصوصیت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ''ضرب حیدری'' میں یہ بات خصوصی طور پر سمجھائی گئی ہے مگر ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' خلیل الرحمٰن قادری صاحب فضیلت اور خصوصیت میں فرق نہیں کرتے۔ یہ انکی بے بصیرتی ہے یا پھر اپنی کم علمی کو چھپانے کے لیے تقیہ کر رہے ہیں۔ اپریل ۲۰۱۰ کے شمارے کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں!

کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تنہا ہم راز رسول ﷺ ہیں؟ موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راز دار رسول ﷺ ثابت کر کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صاحب سر رسول ﷺ کی فضیلت ثابت کی اور خصوصیت کا رد کیا۔ یہاں انکو اچھی طرح یہ بات سمجھ آئی کہ فضیلت کیا ہے اور خصوصیت کیا ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سر رسول اللہ ﷺ ہونا اُنکی فضیلت ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے راز دار حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو خصوصیت نہ رہی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی ہے۔ کہ وہ صحابہ میں اعلم ہیں تو خلفاء ثلاثہ کے بعد۔

لیکن خلیل الرحمٰن صاحب بضد ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں۔ اور روایت **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** سے خصوصیت ثابت کرتے ہیں۔ تو جب دوسرے صحابہ کرام کو بھی اسی شہر سے علم ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کیسے بنتی ہے؟ یہ بات قادری صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ یہ آپ کی فضیلت ضرور ہے اور موصوف نے قبلہ قاسمی صاحب پر یہ بہتان بھی باندھا ہے کہ آپ فضیلت بھی نہیں مانتے (استغفر اللہ)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا مؤقف: اسی شمارے کے صفحہ ۲۷ پر رقم طراز ہیں!

"یہ ہے مسلک اہل سنت۔ خصائص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا مؤقف"

پھر مطلع القمرین فی ابانۃ العمرین قلمی نسخہ ص ۲۵ تا ۲۹ سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا مؤقف لکھا۔ لیکن ان تمام صفحات میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کے بارے میں ایک لفظ بھی ثابت نہ کر سکے کہ انھوں نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت مانی ہو۔ راقم السطور سے فون پر بات کرتے ہوئے بھی قادری صاحب نے انھی صفحات کا جھانسہ دیا تھا۔ قادری صاحب کا سارا زور اس بات پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم سے "اعلم" ہیں۔ اور ان کا اعلم ہونا انکی خصوصیت ہے۔ لیکن اپنے اس مؤقف پر واضح اور ٹھوس دلائل پیش کرنے کو تیار نہیں۔

اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارے کے صفحہ نمبر ۳۸، تا ۴۰ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں لکھتے رہے جبکہ موضوع انکا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں۔

فضائل سے اعلم ہونے کا خود ہی رد کرنا: اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارے میں صفحہ نمبر ۴۱ پر خود ہی فضائل سے اعلم ہونے کا رد کر رہے ہیں ملاحظہ ہو!

"حضور ﷺ کا ہمراز ہونا اعلم ہونے کی دلیل نہیں"، صفحہ نمبر ۴۲ پر رقم طراز ہیں! "ہمراز ہونا عہد اور امانت کے لحاظ سے ہے۔ نہ کہ یہ کوئی علمی شان ہے"۔

اپنے دلائل کو اپنے ہی قلم سے رد کرنا یہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی طرف سے تازیانہ عبرت ہے۔

حدیث "مدینۃ العلم" کا مقام: صفحہ نمبر ۴۴ تا ۴۶ پر حدیث "مدینۃ العلم" کی تحسین لکھی ہے۔ قادری صاحب سے گذارش ہے کہ ضرب حیدری کو بغور مطالعہ کرتے تو آپ کو نظر آجاتا کہ یہاں بھی صفحہ نمبر ۲۲۵ پر اس کو حسن لکھا ہے۔ تو پھر صفحات در صفحات کالے کرنے کی کیا ضرورت تھی بلا وجہ آپ نے اپنا وقت ضائع کیا جبکہ اہل سنت اس روایت کو حسن ہی مانتے ہیں۔ مسئلہ حدیث کے ماننے میں ہے کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے یا فضیلت؟ اکابرین اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ کی فضیلت ہے۔ جبکہ خلیل الرحمٰن اور انکے ہمنوا خصوصیت کے قائل ہیں تو دلائل خصوصیت پر دینے تھے مگر صرف سند کو صحیح ثابت کرتے رہے جس پر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں۔

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں؟: خلیل الرحمٰن صاحب نے صفحہ نمبر ۴۸ تا ۵۸ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ سے اعلم ہونے کا رد کر کے رافضیوں سے متاثر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ صاحب "ضرب حیدری" نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعلم ہونے کی دلیل یہ دی تھی کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس روایت کو لکھا کہ! علم و فضل والا امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی طرح امام العقائد حضرت ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ کا قول لکھا کہ! نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ پر کھڑا کرنا صحابہ کرام میں اعلم ہونا ہے۔ اس کے رد میں قادری صاحب اپنے تخیلات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلم ہونا ثابت کرتے رہے مگر جمہور علماء و مفسرین و محدثین کا کوئی قول پیش نہ کر سکے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلم ہونا محدثین کی نظر میں:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں!

کان ابو بکر اعلمنا حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (صحیح بخاری حدیث ۶۷۷)

☆...... حضرت ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ: آپ بھی حضرت ابوبکر صدیق کو صحابہ میں اعلم مانتے ہیں دیکھئے (البدائیہ والنھایہ ۵/۲۵۷)

☆......حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ: امامت والی حدیث کے تحت عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ پر حضرت ابوبکر صدیق کو مطلق اعلم ہونا مراد لیا ہے۔ اور مزاج محبوب ﷺ کا اعلم ہونا بھی مراد لیا ہے۔

☆......حضرت علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ: ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی امامت والی حدیث کے سبب البدائیہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۵۷ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم مانا ہے۔

☆......حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ: علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء ص ۳۴ پر پوری ایک فصل قائم کی ہے فرماتے ہیں!

''فصل فی انه اعلم الصحابه و اذکاهم''

ترجمہ: فصل اس بارے میں کہ ابوبکر تمام صحابہ سے علم والے اور سب سے زیادہ ذکی ہیں۔ اس عنوان کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابہ میں اعلم ہونے کے دلائل کے دریا بہا دیئے ہیں۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء ص ۳۴)

☆......مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے ممدوح جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کے من پسند ابن تیمیہ حرانی کا حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔

☆......ابن تیمیہ حرانی: لکھتے ہیں!''**بل هما كانا اعلم بالكتاب و السنة منه** ''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت ابوبکر و عمر کتاب و سنت کا زیادہ علم رکھتے تھے۔ (منہاج السنۃ ۳/۲۷۰) یہ حوالہ صرف انکی پسندیدگی کی وجہ سے ہے گویا مسلمات خصم سے ہے۔

☆......علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ: آپ فرماتے ہیں! **هو اعلم الصحابة على الاطلاق** ۔ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ ص ۳۳)

☆......امام غزالی علیہ الرحمہ: امام غزالی فرماتے ہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہرت خلافت میں ہے مگر آپ کی اصل فضیلت وہ راز ہے جو انکے سینے میں سجا دیا گیا۔ (احیاء العلوم ص ۳۵)

☆......حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں!''اگر کوئی شخصیت باب مدینۃ العلم ہو تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ وہی صاحب ریاست عامہ بلافصل ہو۔ اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہی ہے کہ اس میں امامت کی شرائط میں سے ایک شرط بوجہ اتم متحقق ہے۔ ایک شرط کے پائے جانے سے مشروط کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا۔ باوجود اسکے وہی شرط یا اس سے بڑھ کر وہ شرط دوسرے لوگوں میں پائی جا رہی ہو جو دوسری روایات سے ثابت ہو۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۱۲)

☆......امام نووی تہذیب الاسماء للنووی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے اعلم مانتے ہیں۔

☆......اعلیٰ حضرت محدث بریلوی الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ: احادیث و آثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہ کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا بلکہ اعلمیتِ صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت۔ (مطلع القمرین ص ۱۰۸ قلمی، مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں ص ۹۸)

لیجئے قادری صاحب امام اہل سنت بھی آپ کے حق میں نہیں۔ لہذا اب تو سوچئے اور اجماع کی مخالفت سے توبہ کر لیجئے۔

☆......علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری علیہ الرحمہ: حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں افضل و اعلم تھے۔ (فیوض الباری شرح بخاری ۲/۳۱۵)

☆......علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی: حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ میں سب سے زیادہ اعلم و افضل تھے۔
(نعمۃ الباری شرح بخاری ۲/۵۵۵)

مضمون کے طوالت کے خوف سے ہم نے صرف چند اکابرین کے حوالے پیش کیے ہیں ورنہ ہمارے پاس اپنے مؤقف کے حق ہونے پر اتنے دلائل ہیں کہ معاندین کو جان چھڑانی مشکل ہو جائے گی۔ اب اگر خلیل الرحمٰن صاحب اور اُنکے ہمنوا اگر واقعی سُنی ہیں تو ان مقتدر ہستیوں کے

حوالاجات سے ثابت کریں کہ وہ حضرت مولاعلی مشکل کشارضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر، عمر وعثمان علیہم الرضوان سے "اعلم" مانتے ہیں۔ لہذا اہل سنت میں رہنا ہے تو اہل سنت کا عقیدہ اپنانا پڑے گا اور اگر رافضی عقیدے پر ہی اسرار ہے تو وہ آپ کو مبارک۔ ہم تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔

☆......خلیل الرحمٰن صاحب کا فسادقلب: اپریل کے شمارے قسط دوم ص ۵۳ پر موصوف لکھتے ہیں!"اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو حدیث بخاری شریف سے مستنبط مان لیا جائے تو کیا کیا فساد لازم آتا ہے"۔

ہمارے خیال میں فساد تو جناب قادری صاحب کے دل میں ہے ورنہ آپ خود مجتہد بننے کی کوشش نہ کرتے اور اکابرین اسلام سے دلائل لاتے۔ مگر یہ ہمت تو نہ ہوسکی اور لگے قیاس کرنے کہ اخبار واحاد سے اعلمیت ثابت نہیں ہوتی۔

جمہور اہل اسلام کا فیصلہ ہی قبول ہے: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری اُمت کو اللہ گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا"۔ (جامع ترمذی)

پچھلی سطور میں راقم نے اہل سنت کے مقتدر علماء کے حوالاجات سے ثابت کیا ہے کہ بخاری شریف کی امامت والی حدیث کے تحت وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم الصحابہ مانتے ہیں۔ مگر خلیل الرحمٰن صاحب ہیں کہ اپنی من مانی ہی کرتے جارہے ہیں اور اپنی ذاتی رائے کو دوسروں سے منوانے پر اصرار کررہے ہیں۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ کا استخارہ اور قادری صاحب: لکھتے ہیں! کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استخارہ کیا کہ وہ مجھے اس حدیث کے اصل مرتبہ سے آگاہ فرمائے تو میں نے اس حدیث کو رتبہ حسن سے مرتبہ صحت پر پایا۔

اس روایت کے متعلق تو قادری صاحب نے جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا استخارہ خود بھی قبول کیا ہے اور دوسروں کو بھی قبول کروار ہے ہیں۔ اب ذرا انھی جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا ایک قول ہم بھی پیش کریں گے اور دیکھتے ہیں کہ قادری صاحب اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں؟۔

☆......امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم الصحابہ لکھنا: علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "تاریخ الخلفاء" ص ۳۴ اور مترجم شمس بریلوی ص ۱۶۰ طبع لاہور پر ہے کہ!"فصل فی انه اعلم الصحابه و اذکاهم" (عربی ص ۳۴ مترجم ۱۶۰)

آپ (حضرت ابوبکر) تمام صحابہ میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ ذکی تھے۔ تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۶۰ تا ۱۶۵ پر اس فصل کے تحت ۶ صفحات پر مشتمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے اعلم ثابت کرنے کے لیے روایات کے انبار لگادیے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ قادری صاحب علامہ جلال الدین سیوطی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ یقیناً اہل سنت کی راہ پر چلتے ہوئے حق کی وضاحت جس طرح علامہ سیوطی نے کی تو ان کے استخارہ کو ہم نے قبول کیا اسی طرح قادری صاحب بھی انکی بات کو قبول کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں اعلم مانیں۔

اور اگر نہیں مانتے تو محترم خلیل الرحمٰن صاحب اور ان کے ہمنواؤں میں اگر علمی طاقت ہے تو صریحاً علمائے اہل سنت سے یہ دکھائیں کہ حضرت مولاعلی مشکل کشارضی اللہ عنہ اس حدیث "انا مدینة العلم و علی بابها" کے تحت تمام صحابہ بشمول حضرت ابوبکر، عمر، عثمان علیہ الرضوان سے اعلم ہیں۔ اور اگر نہیں دکھا سکتے تو ہم آپ سے دست بستہ یہ گذارش کرتے ہیں کہ خدارا اہل سنت کے جلیل القدر محدثین کی راہ پر چلیں اور رافضیت کو فروغ نہ دیں۔ سواداعظم کی رہی سہی ساکھ کو باقی رہنے دیں۔ آپ کا یہ اقدام اہل سنت کا شعار نہیں بلکہ اہل سنت سے فرار ہے۔ نہایت ہی افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ آپ کی مسجد بھی اہل سنت کی، امامت بھی اہل سنت کی، خطابت بھی اہل سنت کی، کھالیں بھی لیں تو اہل سنت کی، چندے صدقات وخیرات بھی اہل سنت سے لیں، القابات اور نسبتیں بھی اہل سنت کی رکھیں، سٹیج بھی اہل سنت کا استعمال کریں، اور عقائد بیان کریں تو رافضیت کے۔ واہ کیا خوب خدمت ہے اہل سنت کی۔ میرے محترم! اگر آپ اپنے مؤقف کا بطلان تسلیم کرنے کو تیار نہیں تو براہ کرم اہل سنت کے لبادے سے باہر نکل جائیں۔ اور بلاوجہ انتشار وافتراق کا سبب نہ بنیں۔ (جاری ہے)

میری آواز

اب کے داتا کا بھی دربار لہو رنگ ہوا........!

کس نے کاٹی ہیں یہاں آکے سروں کی فصلیں

......﴿ جناب عامہ محمد احمد ترازی ﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ تصوف سے تعلق رکھنے والے شیخ ابوالفضل نے جب دیکھا کہ اُن کے شاگرد حسین زنجانی نے اپنی روحانی تعلیم وتربیت مکمل کرلی ہے اور مقام مطلوب پالیا ہے تو ایک دن اپنے ہونہار شاگرد کو بلایا، اُسے خرقہ خلافت عطا کیا اور حکم دیا، اے حسین.... آج میں تمہیں خدائے بزرگ وبرتر کے حوالے کررہا ہوں، یہاں سے دیار ہند چلے جاؤ جو شرک وبت پرستی کا گڑھ بنا ہوا ہے، وہاں توحید الٰہی کا چراغ روشن کرو، اِس راہ میں تمہیں شدید مشکلات اور کڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا، ایسی ہر آزمائش میں صرف اپنے اللہ کو یاد کرنا، اُسی سے مدد مانگنا، وہ یقیناً تمہاری مشکل کشائی کرے گا۔'' اپنے پیرومرشد کا حکم پاکر سید حسین زنجانی نے اپنے دونوں بھائی سید یعقوب زنجانی اور سید موسیٰ زنجانی کو ساتھ لیا اور سبزوار، نیشاپور، ہرات، غزنی، جلال آباد اور پشاور سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے، اُسے اپنا مسکن بنالیا، یوں لاہور کا جنوبی علاقہ جو آج ''شاہ عالمی'' کے نام سے مشہور ہے، اِس روحانی چراغ کا پہلا طاق بنا اور شرک وبت پرستی کے اندھیروں میں اسلام کی نور پاشی کا عمل شروع ہوگیا، سید حسین زنجانی اکیس سال تک شرک وبت پرستی کی تاریکیوں میں نور توحید کا چراغ جلاتے رہے، دوسری طرف اس دوران ہجویر کے سید عثمان کے ہاں پیدا ہونے والے سید علی ہجویری ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد شیخ حسین زنجانی کے پیرومرشد شیخ ابوالفضل کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، شیخ کی نگاہ باطن نے دیکھ لیا کہ ہجویر سے آنے والے نوجوان کی پیشانی روشن ہے، انہوں نے نوجوان سید علی ہجویری کی روحانی تعلیم وتربیت شروع کردی، کچھ عرصے بعد ایک روز شیخ ابوالفضل نے اپنے ہونہار شاگرد کو بلایا اور شفیق لہجے میں کہا، علی... میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے قلب میں اب مضبوطی اور استقامت آگئی ہے اور تم کامیابی کے ساتھ اُس خارزار ہستی کا سفر کرسکتے ہو، سید علی ہجویری نے سر جھکائے ہوئے مؤدب لہجے میں جواب دیا، شیخ... یہ سب اللہ کا کرم ہے اور آپ کی دعاؤں کا فیضان ہے، شیخ نے کہا، یقیناً اللہ نے تمہیں ثمر بار کردیا ہے، اب اِس کا پھل دوسروں میں بانٹنے کا وقت آگیا ہے، تم رخت سفر باندھو اور لاہور چلے جاؤ، وہاں پیاس کی شدت سے بھٹکتی خلق خدا تمہاری راہ دیکھ رہی ہے، اپنے مرشد کامل سے دوری اور فرقت کے تصور سے سید علی ہجویری کی آنکھیں بھر آئیں، ادب سے عرض کی، شیخ... وہاں تو آپ کے مرید کامل قطب الاقطاب سید شیخ حسین زنجانی پہلے ہی موجود ہیں، اُن کی موجودگی میں میری ذات سے لوگوں کو کیا فیض حاصل ہوگا؟ شیخ نے یہ سن کر پرجلال لہجے میں پوچھا، علی... میں اِسے حجت سمجھوں یا انکار؟ علی ہجویری شیخ کی مرضی جان گئے، عرض کی نہیں شیخ... مجال انکار کہاں، فقط فرقت کے احساس سے آزردہ ہوں، شیخ کہا، میری خدمت بجالانا چاہتے ہو تو بلا تاخیر لاہور پہنچو، چنانچہ مرشد کے حکم کے مطابق سید علی ہجویری نے رخت سفر باندھا اور پاپیادہ سفر کرکے دو ماہ کے عرصے میں غزنی سے لاہور پہنچے، صعوبتوں سے پُرکٹھن سفر میں ایک ہی سوال سارے راستے چبھتا رہا کہ قطب الاقطاب سید شیخ حسین زنجانی کی موجودگی میں میرا چراغ کہاں جلے گا، جس روز آپ لاہور میں پہنچے تو شام ہوچکی تھی، چنانچہ آپ نے شہر کے باہر ہی شب بسر کی، صبح شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ

ایک بہت بڑا جنازہ آرہا ہے، جس کے ساتھ ہزاروں لوگ آہ وزاری کر رہے ہیں، آپ بھی ہجوم سے جا ملے اور زار و قطار روتے ہوئے ایک شخص سے پوچھا، یہ کس کا جنازہ ہے، وہ بولا... حضرت شیخ حسین زنجانی انتقال فرما گئے ہیں، یہ سننا تھا کہ سید علی ہجویری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اپنے مرشد کامل شیخ ابوالفضل کی مصلحت کو نہ سمجھنے اور لاہور آنے میں عذر تراشنے کے احساس نے درد کی شدت کو اور بھی بڑھا دیا، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، لاہور کے لوگ حیران تھے کہ یہ اجنبی نوجوان کون ہے جو اِس قدر گریہ کر رہا ہے، یہ حکمت خداوندی تھی کہ جس دن ایک چراغ گل ہوا، اُسی دن لاہور کے طاق میں ایک نیا چراغ روشن ہو گیا، غزنی کے جواں سال درویش نے سب سے پہلے ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، مغل شہزادہ دارا شکوہ نے اپنی مشہور کتاب ''سفینۃ الاولیا'' میں لکھا کہ لاہور کے علماء کو سخت اعتراض ہوا کہ قبلہ کی سمت درست نہیں، علی ہجویری نے ان کا اعتراض سنی ان سنی کر دیا، مسجد تیار ہو گئی تو نوجوان درویش نے علماء کو دعوت دی، نماز پڑھائی، علماء نے کہا، ہمیں اب بھی شک ہے کہ سمت قبلہ درست نہیں ہے، حضرت علی ہجویری نے مسجد کے میناروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا... آپ حضرات ملاحظہ تو فرمائیں، علماء نے نگاہیں اٹھائیں تو دیکھا کہ عین سامنے خانہ خدا موجود ہے، حضرت علی ہجویری کا چراغ تین عشروں سے زائد تک لاہور کی فضاؤں کو جگمگاتا رہا، لاکھوں انسان سید علی ہجویری کے فیضان سے مشرف بہ اسلام ہوئے، غزنی کے یہ درویش سید علی ہجویری داتا گنج بخش کے نام سے معروف ہوئے اور 1072ء میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے، لیکن صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی یہ درگاہ بلا تفریق مذہب وملت ہر ایک کے لیے روحانی فیوض و برکات اور آسودگی کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

آج حضرت داتا گنج بخش کو ساری دنیا میں تصوف اور صوفیانہ تعلیمات کے سبب جانا جاتا ہے، حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، عوام آپ کو گنج بخش (خزانے بخشنے والا) اور داتا صاحب کہتے ہیں، دریائے راوی کے کنارے واقع لاہور شہر جو صوبہ پنجاب کی راجدھانی اور پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان کا ثقافتی، تعلیمی اور تاریخی مرکز ہے، اسے پاکستان کا دل بھی کہتے ہیں، شاہی قلعہ، شالامار باغ، بادشاہی مسجد، مقبرہ جہانگیر اور مقبرہ نور جہاں مغل دور کی یادگار ہیں، لیکن جنوبی ایشیاء کی روحانی دنیا میں داتا کے دربار کی وجہ سے یہ شہر سب سے زیادہ مشہور اور داتا کی نگری کہلاتا ہے، لاہور کا داتا دربار مرجع خلائق ہے، جہاں روزانہ ہزاروں لوگ اکتساب فیض کیلئے آتے ہیں، داتا صاحب کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، یہاں چوبیس گھنٹے لنگر چلتا اور درود و سلام، حمد و نعت خوانی کے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں، کبھی کسی نے یہ خیال بھی نہیں کیا ہوگا کہ جو دربار مرجع خلائق ہے اور جہاں سے لوگوں کو روحانی سکون ملتا ہے، اُسی دربار میں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب دہشت گرد خون کی ہولی کھیلیں گے، کوئی پاکستانی اِس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی دہشت گرد قوت امن و آشتی اور روحانی تجلیات کے اِس مرکز کو بھی نشانہ بنا سکتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ داتا گنج بخش، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت شاہ رکن عالم ملتانی، بابا فرید الدین، بابا بلھے شاہ وہ بزرگ ہیں، جن کی ساری زندگی کا فکر و فلسفہ اخوت و محبت، امن اور بھائی چارے پر محیط ہے، اِن بزرگوں کی ساری زندگی لوگوں کو تشدد سے دور رکھنے اور امن کی طرف لانے میں صرف ہوئی اور ان کے مزارات صدیوں سے قائم ہیں، یہ وہ عرصہ ہے جس میں کبھی سکھوں نے لاہور کو تاراج کیا، تو کبھی وقت کی کوئی اور قوت پنجاب پر حملہ آور ہوئی، لیکن کیا مجال ہے کہ کسی بھی غیر مسلم قوت نے اِن صوفی بزرگوں کے مزاروں کو ذرا سی بھی گزند پہنچائی ہو، حیرت کی بات ہے کہ وہ مزارات جن کو سکھوں اور ہندوؤں نے بھی ادب اور احترام کی نظر سے دیکھا، آج اُن بزرگوں کے مزارات بھی دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ لاہور میں داتا دربار پر خودکش حملہ جس میں 44 افراد شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے، پاکستان میں کسی مزار پر پہلا حملہ نہیں ہے، اس سے بھی قبل اسلام آباد کے قریب بری امام کے مزار پر خودکش حملے میں بیس افراد ہلاک ہو چکے ہیں، 5 مارچ 2009ء میں صوبہ خیبر پختونخواہ

کے دارالحکومت پشاور کے مضافات میں واقع پشتو کے مشہور صوفی شاعر رحمان بابا کے مزار کے ستونوں کے ساتھ دھماکہ خیز مواد رکھ کر تباہ کر دیا گیا، 6 مارچ 2009ء کو نوشہرہ میں واقع بہادر بابا کے مزار کو نامعلوم افراد نے بموں سے نقصان پہنچایا، 11 مئی 2009ء کو خیبر ایجنسی کے لنڈی کوتل میں مقبول پشتو شاعر امیر حمزہ خان شنواری کے مزار کی بیرونی دیوار کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا گیا، مارچ 2008ء کو پشاور سے ملحق قبائلی علاقے خیبر ایجنسی میں سرگرم لشکر اسلام نے صوبائی دارالحکومت کے قریب شیخان کے علاقے میں چار سو سال پرانا ابوسید بابا کا مزار تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی، 31 جولائی 2007ء کو قبائلی علاقے مہمند ایجنسی میں برطانوی سامراج کے خلاف لڑنے والے حریت پسند مجاہد حاجی صاحب تورنگزئی کے مزار پر قبضہ کرلیا، 18 دسمبر سال 2007ء کو عبدالشکور ملنگ بابا کے مزار کو دھماکے سے نقصان پہنچایا گیا، شدت پسندوں کا ہدف گذشتہ کئی برسوں میں محض صوفیاء کرام کے مزارات ہی نہیں رہے بلکہ کئی گدی نشینوں نے بھی اِن دہشت گردوں کے ہاتھوں اپنی جان گنوائی، تکفیری سوچ اور خارجی نظریات نے اِن شدت پسندوں کو سماجی مقبولیت رکھنے والے گدی نشینوں کا بھی دشمن بنا دیا ہے، خیبر ایجنسی میں منگل باغ کے لشکر اسلام نے 2008ء میں پیر سیف الرحمان کو شدید جھڑپوں کے بعد علاقہ بدر کر دیا تھا، اُن کے علاقے سوات کے گدی نشین پیر سمیع اللہ کو دسمبر میں شدت پسندوں کے خلاف لشکر کشی کے بعد ایک جھڑپ میں ہلاک کر دیا گیا، اُن کی لاش کو بھی بعد میں قبر سے نکال کر مینگورہ کے ایک چوراہے پر لٹکا دیا گیا اور نامعلوم مقام پر دفن کر دیا گیا، ضلع جھل مگسی میں فتح پور کے مقام پر ایک مزار پر حملے میں تیس سے زائد افراد ہلاک ہوئے، جس کی ذمہ داری صوبائی پولیس سربراہ نے کالعدم سپاہ صحابہ پر ڈالی اور اُس کے چند مبینہ اراکین کو گرفتار بھی کیا۔

لیکن گذشتہ آٹھ سو سالہ تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ دہشت گردوں نے داتا دربار میں بھی خون کی ہولی کھیلی، روحانی سکون کی تلاش میں پریشان حال، نیک اور بے گناہ انسانوں کو قتل کر کے نہ صرف مزار کا تقدس مجروح کیا بلکہ پوری دنیا میں پاکستان کو بھی بدنام کیا، دہشت گردوں کے اِس اقدام کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، لیکن معاملات صرف مذمت سے نہیں، عملی اقدامات سے ہی درست ہو سکتے ہیں، آج دہشت گردوں کی بڑھتی ہوئی جرأت کے سبب حضرت معین الدین اجمیری کے ''ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما'' اور مرد قلندر اقبال ''سید ہجویری مخدوم امم'' کے مزار مبارک کا احاطہ خون سے لت پت ہے، کاروباری مراکز، مسلموں اور غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اور سرکاری عمارتیں پہلے ہی غیر محفوظ تھیں اب مادی وسماجی مسائل سے گھبرا کر روحانی سکون کی تلاش میں سرگرداں عامتہ المسلمین کی اِن پناہ گاہ کو جہاں دل اور شکم دونوں کی غذا دستیاب ہے قتل گاہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے، بت کدہ ہند میں شرک و بدعات کی تاریکی کو اسلام کی روشنی سے بدلنے والے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی پیرو مرشد حضرت سید علی ہجویری کے مزار پر حملہ ہمارے نزدیک اسلام کی اُس روحانی اقدار پر حملہ ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آبیاری کا سبب بنی، داتا دربار پر حملہ اولیائے کرام سے محبت رکھنے والوں کی روح کو زخمی، دل کو چھلنی اور اعصاب کو شل کر دینے والا ایسا واقعہ ہے جس کے بعد پاکستان میں غم وغصے کی لہر کا دوڑنا ایک فطری امر ہے، لوگ حکومت کی ناکامیوں کے خلاف مشتعل ہو اٹھے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے اِس موقع پر حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے، رویت ہلال کمیٹی کے مرکزی چیئرمین اور سنی رہبر کونسل کے سربراہ مفتی منیب الرحمٰن نے اس سانحہ پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''یہ سانحہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا جبکہ مزارات سے تعلق رکھنے والے گیلانی، قریشی، مخدوم، کاظمی اور شاہ ان مزارات کی نسبت کی برکت سے اعلیٰ اقتدار پر فائز ہیں، ان سب کے عہد اقتدار میں پاکستان کے سب سے بڑے مزار کی حرمت کی پامالی ایک المیہ اور لمحہ فکریہ ہے اور ان سب کیلئے باعث شرم ہے، ان کا کہنا تھا کہ حکومت کی ترجیحات بالکل مختلف ہیں اسے صرف اقتدار سے غرض ہے، عوام کی جان و مال کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کچھ عوامی نمائندوں کا کہنا ہے کہ اب تک کسی بھی حملہ آور کو قرار واقعی سزا نہیں ملی جسکی وجہ سے حملہ

آوروں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ داتا دربار پر حملے کے بعد اب پاکستان میں کوئی جگہ محفوظ بھی نہیں رہی ہے، مدرسہ، خانقاہ، مزار، تاریخی مقامات اور یہاں تک کہ مسجدیں بھی دہشت گردوں کے نشانے پر ہیں، ایک ایسا ملک جہاں صرف مسلمان بستے ہوں، وہاں ایسی مقدس جگہیں بھی اگر محفوظ نہیں تو اِس سے بڑھ کر حیرت اور افسوس کا اور کیا مقام ہوسکتا، کیا اب بھی یہ کہنے کو باقی ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب ہے، خود کو مسلمان کہلانے والے یہ دہشت گرد کس طرح کا اسلام پھیلانا چاہتے ہیں اور کس طرح کا معاشرہ وجود میں لانا چاہتے ہیں، یہ سب جانتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا اب بھی ہماری حکومت اور اس کے ذمہ دار افراد ایسے دہشت گردوں کی پشت پناہی کرتے رہیں گے، جنہوں نے ملک کی سلامتی، استحکام اور بقاء کو داؤ پر لگا دیا ہے اور جن کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلام کے نام لیوا شرمسار ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اِس نوعیت کا واقعہ اگرچہ باقی اِس طرح کے تمام واقعات کی طرح ہی قابل افسوس اور قابل مذمت ہے، لیکن ہر شخص یہ سوال پوچھ رہا ہے کہ ایک ایسی مقدس درگاہ جس کے مکین نے برصغیر میں اسلام پھیلایا، کو کس حکم یا اشارے پر نشانہ بنایا گیا، وہ کون سا ذہن ہوسکتا ہے جو اللہ کے اِن پیارے بندوں کے خلاف نبرد آزما ہے، اِس دھماکے کا مقصد بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ یہاں خودکش دھماکہ کرانے والے دراصل کسی ایسے مکتبہ فکر کا ذہن رکھتے ہیں جو بزرگانِ دین کی درگاہوں کے خلاف ہے، اگر ہم غور کریں تو ہمارے معاشرے میں ایسے مکتبہ فکر کے لوگ موجود ہیں، جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ درباروں سے لگاؤ اچھا نہیں، یہی وہ فکر ذہن اور سوچ ہے جو بارود کے زور پر ناپختہ ذہنوں کو خودکش حملوں کی تربیت دے کر پاکستان میں انارکی پھیلا رہی ہے اور اپنے خارجی خیالات وفکر پر مبنی اسلام کو دوسروں پر ٹھونسنا چاہتی ہے، جبکہ پاکستان کی اکثریت اسلام کی پیروکار اور بزرگانِ دین سے عقیدت ومحبت رکھتی ہے، لیکن افسوس کہ اِس ملک میں ایک خاص نکتہ نظر کے مذہبی رجعت پسند اکثریت کی مذہبی سوچ پر اپنی دقیانوسی خارجی سوچ کو طاقت کے زور پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، جس کی وجہ سے سانحہ داتا دربار کے بعد اِن رجعت پسند مذہبی عناصر اور دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنے والوں کے خلاف شدید ردِّعمل سامنے آرہا ہے، جو اِن سے نفرت، برأت اور بیزاری کا کھلا اظہار ہے، لہٰذا اِن حالات میں بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والے ہر مسلمان کو صبر وتحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے، کیونکہ ہمارا دشمن ہماری صفوں میں دراڑیں ڈال کر اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کیلئے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرکے تخریب کاری کے راستے پر لیجانا چاہتا ہے، عقلمندی، جذبہ حب الوطنی اور بزرگانِ دین سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ صبر واستقامت سے کام لے کر اپنے اتحاد، یکجہتی کی قوت سے دشمن کے تمام تر مذموم عزائم کو ناکام بنا دیا جائے۔ خوب کہا عرشی ملک نے کہ.... ''اب کے داتا کا بھی دربار لہو رنگ ہوا.... یہ وہ دربار کہ جو امن کا گہوارہ تھا.... یہ وہ دربار جو الفت کا رواں دھارا تھا.... جو غریبوں کو امیروں کو بہت پیارا تھا.... جہاں مذہب کو نہ مسلک کو تھا پرکھا جاتا.... نہ حسب کو، نہ نسب کو، جہاں دیکھا جاتا.... کوئی دیوان، جہاں، خاص نہ تھا، عام نہ تھا.... نام والا نہ تھا کوئی، کوئی بے نام نہ تھا.... جوق در جوق چلی آتی تھی خلقت ساری.... آس واُمید کا، خوراک کا لنگر جاری.... بھوک مٹ جاتی دل و پیٹ کی باری باری.... کتنی صدیوں سے تھا روشن، یہ محبت کا چراغ.... زرد موسم میں بھی سرسبز رہا، عشق کا باغ.... دہریے بھی یہاں پاتے تھے عقیدت کا سراغ.... کس نے کاٹی ہیں یہاں آکے سروں کی فصلیں.... کون انساں کی مٹانے پہ تُلا ہے نسلیں.... باڑ نفرت کی سرِ راہ اگانے والو.... خانقاہوں پہ جلے دیپ بجھانے والو.... بو میں بارود کی جنت کو کمانے والو.... خودکشی کرکے بڑا جشن منانے والو.... تم کہ کرتے ہو، عقیدوں کی بنا پر حملہ.... اب کے تو تم نے کیا، بادِ صبا پر حملہ.... مردِ درویش کے پیغام بقاء پر حملہ.... ایک صوفی کی محبت کی صدا پر حملہ.... یہ تو حملہ ہے عقیدت پہ، وفا پر حملہ.... آس واُمید پہ اور حرفِ دعا پر حملہ.... دلِ مظلوم کی ہاں آہِ رسا پر حملہ.... مار پائیں نہیں جس شخص کو صدیاں عرشی.... کس لئے کرتے ہو اُس مردِ خدا پر حملہ....''

......☆☆......

Monthly **AL-HAQIQA** August 2010
Reg.No. C.P.L.169

